ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org

08

مسلسل اشاعت کا
33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

9 تا 15 شعبان المعظم 1445ھ/20 تا 26 فروری 2024ء

نفاذ اسلام کا عملی منہاج؟

اسلامی نظام کے لیے ہمہ گیر اور بنیادی تبدیلیاں نہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے ممکن ہیں، اس لیے کہ سیاسی اور انتخابی عمل کے ذریعے کسی قائم شدہ نظام کو بہتر طور پر چلایا جاسکتا ہے تبدیل نہیں کیا جاسکتا، نہ ہی کسی تدریجی اور جزوی اصلاح کے ذریعے ممکن ہیں، اس لیے کہ اس طرح صرف سطحی تبدیلیاں لائی جاسکتی ہیں بنیادی نہیں، بلکہ اس کے لیے ایک مکمل انقلاب کی ضرورت ہے جس کے لیے ایک ایسی انقلابی جماعت ضروری ہے جس کے وابستگان پہلے اپنی ذات اور اپنے دائرہ اختیار خصوصاً اپنے گھر میں احکام شریعت کو نافذ کریں اور پھر ایک بنیانِ مرصوص کی صورت اختیار کر کے منظم انداز میں تن من دھن قربان کرنے کے لیے تیار ہوں (چنانچہ اس نظام کو قائم کرنے کی ایک حقیری کوشش کے طور پر ہم نے تنظیم اسلامی قائم کی ہے) لیکن اس سے بھی پہلے یہ ضروری ہے کہ عوامی سطح اور وسیع پیمانے پر نظامِ خلافت کی خصوصیات کا فہم وشعور عام کیا جائے۔

اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب تک یہ انقلاب برپا نہ ہو، ہم موجودہ سیاسی وانتخابی عمل کے جاری رہنے کے شدت کے ساتھ قائل ہیں اور کسی بھی صورت میں دوسری واحد ممکن العمل شکل یعنی مارشل لاء کی تائید نہیں کرتے جو ہمارے نزدیک پاکستان کے حق میں سم قاتل سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ البتہ جو حضرات تہہ دل سے اسلامی انقلاب یا نظامِ خلافت کے قیام کے متمنی ہیں انہیں ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس سیاسی وانتخابی عمل سے بالکل کنارہ کش ہو کر اپنی جملہ توانائیاں اس منظم قوت کے فراہم کرنے کے لیے وقف کر دیں جو نظام باطل کو چیلنج کر سکے اور دینی اصطلاح میں ”نہی عن المنکر بالید“ یعنی ”طاقت کے ساتھ منکرات کے استیصال“ کے لیے منظم لیکن پر امن مظاہروں کے لیے میدان میں آسکے!

پاکستان میں نظام خلافت
کیا، کیوں اور کیسے؟
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 136 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 29000 سے زائد، جن میں بچے: 12500،
عورتیں: 9500۔ زخمی: 78000 سے زائد

اس شمارے میں

اے اللہ! ہم پر رحم فرما!
قیادت کے اوصاف
اللہ کی محبت اور اللہ کے لیے محبت
مگر میں نذر کو اک آبگینہ ....
سالانہ تقریب تکمیل بخاری شریف
تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

فرعون اور ہامان کے لشکروں کو شکست

الہدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمد

1073

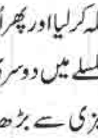

سورۃُ القَصَص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 05، 06

وَ نُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَ نَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّ نَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ وَ نُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَ نُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَ ہَامٰنَ وَ جُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶﴾

آیت ۵ ﴿وَنُرِیۡدُ اَنۡ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ”اور ہم نے ارادہ کیا کہ ہم احسان کریں ان لوگوں پر جو زمین میں دبا دیے گئے تھے“

یعنی ہم نے بنی اسرائیل کی مدد کرنے کا فیصلہ کیا جنہیں مصر میں مسلسل ظلم وستم کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔

﴿وَنَجۡعَلَہُمۡ اَئِمَّۃً وَّنَجۡعَلَہُمُ الۡوٰرِثِیۡنَ ﴿۵﴾﴾ ”اور (ہم نے چاہا کہ) ہم انہیں امام بنا دیں اور انہی کو ہم وارث بھی بنائیں۔“

آیت ۶ ﴿وَنُمَکِّنَ لَہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ﴾ ”اور ہم تمکن عطا کریں ان کو زمین میں“

ہم نے فیصلہ کیا کہ دنیا میں ہم بنی اسرائیل کو حکومت‘ طاقت اور سربلندی عطا کریں گے۔

﴿وَنُرِیَ فِرۡعَوۡنَ وَہَامٰنَ وَجُنُوۡدَہُمَا مِنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَحۡذَرُوۡنَ ﴿۶﴾﴾ ”اور ہم دکھا دیں فرعون‘ ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ کچھ جس سے وہ ڈرتے تھے۔“

ہامان فرعون کا وزیر تھا۔ ان لوگوں کو بنی اسرائیل کی طرف سے کیا خطرہ تھا؟ اس کے بارے میں دو توجیہات ملتی ہیں۔ ان میں سے جو توجیہہ ہماری تفسیری روایات میں بہت تکرار سے بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا جس سے اُسے یہ اشارہ ملا کہ اسرائیلیوں کے ہاں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے جو اُسے اور اس کی سلطنت کو ختم کر دے گا۔ چنانچہ اس نے اسرائیلیوں کے ہاں پیدا ہونے والے ہر لڑکے کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر اُس نے اپنے اس فیصلے پر سختی سے عمل درآمد بھی کروایا۔

اس سلسلے میں دوسری توجیہہ البتہ منطقی اور عقلی نوعیت کی ہے اور وہ یہ کہ فرعون اور اس کے مشیروں کو یہ احساس ہونے لگا تھا کہ بنی اسرائیل کی تعداد بہت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور اگر ان کی تعداد میں اسی رفتار سے اضافہ ہوتا رہا تو بہت جلد یہ لوگ ان کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں اور اسی خدشے کے پیشِ نظر انہوں نے اسرائیلیوں کی نرینہ اولاد کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔

بہرحال اس حوالے سے ان دونوں توجیہات کا اپنی اپنی جگہ پر درست ہونے کا امکان ہے۔

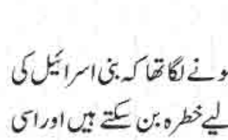

قابل رشک کون؟

درس حدیث

عَنِ ابۡنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم: ((لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَی اثۡنَتَیۡنِ: رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الۡقُرۡآنَ فَھُوَ یَقُوۡمُ بِہٖ آنَاءَ اللَّیۡلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ، وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالًا فَھُوَ یُنۡفِقُ مِنۡہُ آنَاءَ اللَّیۡلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ)) (بخاری ومسلم)

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”رشک صرف دو انسانوں کے حق میں درست ہے: ایک وہ شخص جس کو اللہ نے قرآن (کے حفظ کی دولت) سے نوازا ہے تو وہ رات اور دن کے اوقات میں قیام میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے مال و دولت سے نوازا ہے۔ پس وہ رات اور دن کے اوقات میں اس سے خرچ کرتا رہتا ہے۔“

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

9 تا 15 شعبان المعظم 1445ھ جلد 33
20 تا 26 فروری 2024ء شمارہ 08

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک....... 800 روپے
بیرونِ پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے اللہ! ہم پر رحم فرما!

''کل کیا ہوگا یہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ موجودہ صورت حال کو دیکھ کر مستقبل کے بارے میں اندازے لگائے جا سکتے ہیں اور اندازے صحیح بھی ہو سکتے ہیں اور غلط بھی۔ ہمارے اندازے کے مطابق جس طرح یکطرفہ طور پر الیکشن کرائے جا رہے ہیں اس کے نتائج سے مزید انتشار بڑھے گا۔ اب تک کی صورتِ حال کے مطابق الیکشن نہیں بلکہ مبینہ طور پر سلیکشن ہو رہی ہے اور کامیاب امیدواروں کا محض نوٹیفیکیشن ہو جائے گا اور عوام غیر متعلق ہو کر رہ جائیں گے اور اس مزاحیہ کھیل میں وہ غریب قوم جو پہلے ہی قرضوں کے پہاڑ تلے دبی ہوئی ہے اُس پر انتخابات کے حوالے سے 47 ارب روپے کا قرضہ مزید بڑھ جائے گا اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ایسے انتخابات کے ذریعے جو حکومت طاقتوروں کی پشت پناہی سے بنائی جائے گی اُسے 20 فیصد سے زیادہ عوام کی حمایت حاصل نہ ہو سکے گی کیونکہ اب تک کے تمام سروے یہی ظاہر کر رہے ہیں۔ لہٰذا ایک انتہائی کمزور حکومت ہوگی اور یہی امریکہ چاہتا ہے۔ اور اگر الیکشن ملتوی کر دیئے جائیں تو ہمیں یہ بتانے کی ضرورت ہی نہیں کہ یہ ملک کے لیے کتنے مہلک ثابت ہوں گے گویا غلط فیصلوں اور حکمت عملی کی وجہ سے ہمارے آگے گڑھا اور پیچھے کھائی ہے۔ اس بات کا ریکارڈ پر آنا لازم ہے کہ عالمی حالات اور موجودہ ملکی سیاسی عدم استحکام، عوامی بے چینی، ملک کی داخلی صورت حال اور ملک کی سلامتی پر منڈلاتے خطرات کے حوالے سے ہم تمام مسلمانوں اور خاص طور پر پاکستانی قوم کو آگاہی دے رہے ہیں کہ ہوش کے ناخن لیں تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں۔ اللہ تعالیٰ سے یہی دعا ہے کہ وہ کوئی راہ نکال دے۔''

یہ اقتباس ہم نے ندائے خلافت کے جنوری کے شمارہ نمبر 4 کے اداریہ سے لیا ہے تاکہ قارئین کو بتائیں کہ ہم نے ڈیڑھ دو ماہ پہلے ملکی حالات کے حوالے سے جس تشویش کا اظہار کیا تھا اور جن خدشات سے قوم کو آگاہ بلکہ صحیح تر الفاظ میں متنبہ کیا تھا، وہ ہمارے اندازے کے عین مطابق سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں۔ الیکشن کے نام پر قوم سے جو بھونڈا مذاق کیا گیا اُس کے نتیجہ میں جو حکومت بنتی نظر آ رہی ہے۔ اُس کا سر نہ ہی پاؤں دکھائی دے رہا ہے۔ ظاہر ہے ملک کی ایک بڑی سیاسی جماعت کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اور دھاندلی کا طوفان برپا کر کے محض طاقتوروں کے دھکے سے جو حکومت وجود میں آئے گی اُس کا لڑکھڑانا اور لڑکھڑاتے رہنا منطقی اور فطری ہوگا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ سابقہ PDM کی دوسری بڑی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی نے عوام کی حمایت سے محروم اس حکومت کے قیام سے پہلے ہی یعنی متوقع حکومت پر ایسے زوردار انداز میں لوہے کا گرز مارا ہے کہ یہ حکومت پیدائشی طور پر کُبڑی نظر آئے گی۔ وہ یوں کہ P.P.P نے واضح طور پر اعلان کر دیا ہے کہ ہم PML(N) کی حکومت کو سہارا دے کر کھڑا تو کر دیں گے لیکن حکومت میں عملی طور پر شریک

نہیں ہوں گے یعنی کابینہ میں شامل نہیں ہوں گے البتہ تمام آئینی عہدے یعنی صدر پاکستان، چاروں صوبوں کے گورنرز، سینٹ کا چیئرمین اور سپیکر P.P.P سے ہوگا۔ گویا حکومت کی گورننس اور عوام کے حوالے سے مشکل فیصلوں سے اُن کا کوئی تعلق نہ ہوگا یہ سطور تحریر کی جارہی تھیں تو یہ اطلاعات آنا شروع ہوگئیں کہ سابقہ PDM کے قائد مولانا فضل الرحمان نے بھی متوقع مرکزی حکومت سے نہ صرف لاتعلقی کا اظہار کیا ہے بلکہ گھر کے بھیدی نے لنکا ڈھائی ہے اور اپنے سابقہ حلیفوں پر کچھ الزامات بھی لگائے ہیں اور تحریکِ انصاف کے حوالے سے کچھ مثبت باتیں کی ہیں اس نئی نویلی مگر ناتوان حکومت کے ضعف میں مزید اضافہ ہوگا۔ تحریکِ انصاف نے موقع غنیمت جانا اور فوراً ایک وفد مولانا کی خدمت میں بھیج دیا۔ ہماری رائے میں اگر دونوں جماعتوں نے صرف اسٹیبلشمنٹ کے خلاف مزاحمت سے آگے بڑھ کر اکٹھے چلنے کا فیصلہ بھی کر لیا تو یہ دونوں کا U-Turn ہی نہیں about turn ہوگا۔

بہرحال دونوں جماعتوں کے اِس فیصلے کے تناظر میں متوقع قومی اسمبلی پر آپ نگاہ ڈالیں تو صورتِ حال کچھ یوں نظر آئے گی کہ حکومتی بنچوں کی نسبت اپوزیشن بنچوں کی آبادی شاید دگنی سے بھی کچھ زیادہ ہو۔ گویا شہباز شریف کی مرکزی حکومت ہردم P.P.P کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہوگی وگرنہ ایک دن بھی نہیں نکال سکے گی گویا وزیراعظم صاحب ہروقت بلاول ہاؤس کے باہر بیٹھے رہیں گے تاکہ اُن کے رجحان کو دیکھ کر احکامات جاری کرسکیں۔ یہ بات ہمارے فہم سے بالاتر ہے کہ آخر پاکستان کو دنیا بھر میں تماشا کیوں بنایا جارہا ہے۔ ایک طرف تاریخ کی بدترین دھاندلی کرکے قوم کے نوجوانوں کو یہ درس دیا ہے کہ چوری اور بددیانتی کا ارتکاب کرکے بھی اپنا ناجائز مقصد یا ہدف حاصل کرلینا چاہیے۔

خدارا سوچیے! اگر آج آپ اُسے یہ سمجھا رہے ہیں کہ تمہارے ووٹ کی ردی کے کاغذ کے ٹکڑے کے سوا کوئی حیثیت نہیں، آج اگر اُس کا انتخابات پر اعتماد ختم ہوگیا اور وہ بیلٹ سے برآمد ہونے والے نتائج سے مایوس ہوگیا۔ اللہ نہ کرے، اللہ نہ کرے اُس کے ذہن کا خلجان اُسے بیلٹ کو رد کرکے بُلٹ کی طرف لے گیا تو یہ قومی خودکشی ہوگی۔ انتخابات اور جمہوریت سے مایوس نوجوان پاکستان دشمن عناصر اور سازشیوں کے ہتھے چڑھ سکتا ہے۔ ہمیں بعض قوم پرست رہنماؤں کے تحریک انصاف کے حق میں بیانات سے سازش کی بوآرہی ہے۔ خدارا! اس صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کریں، اِسے سنجیدگی سے لیں اور اس سے پہلے کہ پاکستان کے خلاف کسی خوفناک سازش کے تانے بانے بُن لیے جائیں اور اس سازش کو آگے بڑھانے کی مذموم کوشش کوئی شکل اختیار کرلے مقتدر حلقے ایسے اقدامات کریں جس سے یہ بات سامنے آئے کہ مقتدر حلقوں نے amicable conflict resolution کو عملی شکل دی ہے۔ البتہ مقتدر حلقے یاد رکھیں اور ہماری بات کان کھول کر سنیں کہ عوام کو کبھی اسلحہ کی طاقت سے شکست نہیں دی جاسکتی اس کا تجربہ ہم ترپن (53) سال پہلے بھی کرچکے ہیں۔ اُس وقت بھی ہمارے دوست چین نے ہمیں طاقت استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن قوت نے بات نہ مانی اور ہم شکست وریخت سے دوچار ہوگئے آج بھی یہ بات طے شدہ ہے کہ اسلحہ کی قوت مسئلہ کو حل نہ کرسکے گی لہٰذا عوام کی بات سننے اور مفاہمت کا راستہ نکالنے کے سوا کوئی آپشن نہیں ہے۔ یہی صراطِ مستقیم ہے اسی کو اپنانے میں خیریت اور عافیت ہے یہ واحد راستہ ہے جو پاکستان کی سلامتی اور استحکام کی طرف لے جاسکتا ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے بدطینت امریکہ کی سازش کا ذکر کرنا لازم ہے یہ سارا کھیل شروع کرنے سے پہلے شیطانِ بزرگ نے حکومتِ پاکستان کو افغانستان سے تعلقات خراب کرنے پر مجبور کیا ایک طرف بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' اور خطے میں اپنے دوسرے ایجنٹوں کے ذریعے پاکستان میں دہشت گردی کروائی اور دوسری طرف مختلف ذرائع سے پاکستان کو یہ باور کرایا گیا کہ اس دہشت گردی کی ذمہ دار افغان طالبان کی حکومت ہے۔

اِس پس منظر میں سوچیے کہ اگر پختون نوجوان مایوس اور بدظن ہوگیا تو کیا ہوگا ہم خود میں ہرگز یہ ہمت نہیں پاتے کہ بتاسکیں کہ پھر حالات کس طرف جائیں گے۔ اللہ پاکستان پر رحم فرمائے۔ پھر یہ کہ وہ امریکہ جو اس وقت ہمارے بڑوں کا ہمدرد اور خیرخواہ بنا ہوا ہے وہی پرانا وطیرہ اختیار کرے گا۔ حکومت بنتے ہی اس نئی حکومت کا بازو twist کرنا شروع کردے گا اور عوامی مفادات کے یکسر خلاف فیصلے کرنے پر اصرار کرے گا اور نئی حکومت امریکہ کے ناجائز مطالبات ماننے پر اِس لیے مجبور ہوگی کہ IMF امریکہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں دیتا۔ جس سے خوفناک مہنگائی پیدا ہوگی اور یہ کمزور حکومت جو پہلے ہی عوامی حمایت سے محروم ہے عوام کی نفرت کا نشانہ بن جائے گی۔ ہم اِس حوالے سے وضاحت کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ PDM کی حکومت نے جس بُری طرح اپنے 16 ماہ کی حکومت میں پاکستان کی معیشت کو تباہ و برباد کر دیا تھا جسے اب بحال کرنا انتہائی مشکل ہے اور یہ کام تو کوئی زبردست عوامی حمایت یافتہ حکومت بھی آسانی سے نہیں کرسکتی۔ پاکستان کی معیشت کو کوئی معجزہ ہی بحال کرسکتا ہے۔ لہٰذا آنے والے وقت میں کیا ہوتا نظر آرہا ہے یہ لکھتے ہوئے ہمارا قلم کانپ رہا ہے۔ صرف اللہ سے دعا کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہ معاف کرے اور غیب سے پاکستان کی مدد فرمائے آمین! اللہ ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم صحیح معنوں میں اللہ کے بندے بن جائیں۔ اے اللہ ہم پر رحم فرما!

❁❁❁

قیادت کے اوصاف: قرآن وحدیث کی روشنی میں

فاروق طاہر

چند خصوصیات ایسی ہیں جو انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز ونمایاں کرتی ہیں جن میں لیڈر شپ (قیادت) بھی شامل ہے۔ قیادت کا بنیادی مقصد انسانوں کی درست رہنمائی اور ان کے مسائل کا آسان حل فراہم کرنا ہوتا ہے۔ باشعور، باصلاحیت اور دیانت دار قیادت نہ صرف انسانی مسائل کے حل میں ہمیشہ مستعد وسرگرم رہتی ہے بلکہ معاشرے کی خوشحالی امن اور ترقی میں بھی کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ قیادت متعین مقاصد کے حصول کے لیے عوام کو بلاجبر واکراہ ایک طے شدہ سمت پر گامزن کرنے کا نام ہے۔ تاثیر وکردار کے مجموعہ کو قیادت کہتے ہیں اور قائد سے مراد ایک ایسا شخص ہوتا ہے جب اسے کوئی ذمہ داری یا عہدہ عطا کیا جائے تو وہ اسے اپنے منصب کے شایان شان انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ قیادت کوئی آسان اور معمولی کام نہیں ہے کہ جس کی انجام دہی کی ہرکس وناکس سے توقع کی جائے۔ قیادت کا ہر دم اندرونی و بیرونی چیلنجز سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ ان چیلنجز سے عہدہ براں ہوکر ہی قیادت اعتماد، استحکام اور قبولیت کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوتی ہے۔ گوناں گوں مسائل اور چیلنجز کے باعث قیادت کی باگ ڈور ہمیشہ اہل افراد کے ہاتھوں میں ہونا بے حد ضروری ہے۔

بلاشبہ قیادت ایک عظیم الشان اور جلیل القدر منصب ہے لیکن اس کی عظمت وجلالت کی وجہ سے قیادت کے کسی بھی حکم پر اندھا دھند عمل نہیں کیا جاسکتا۔ قیادت کے احکامات ونظریات کو قرآن وسنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے گا۔ اگر وہ قرآن وسنت کے اصولوں پر پورے اترتے ہوں تب ہی قابل قبول اور واجب العمل ہوں گے ورنہ یکلخت انھیں نامنظور کردیا جائے گا۔ ''اے ایمان والوں اللہ کی اطاعت کرو اور رسول ﷺ کی اور اپنے اولوالامر (صاحبان امر) کی'' (النساء 59)

قیادت (اولوالامر) کے احکامات ونظریات قرآن کے قطعی نصوص واحادیث رسول ﷺ سے متضاد نہ ہوں۔ صاحبان امر (قیادت) کے نظریات، اقوال واعمال اگر قرآن اور سنت رسول سے ٹکرائیں تب یہ ہرگز لائق اتباع وقابل اطاعت نہیں ہوں گے اور اس کا انکار کرنے والے نہ تو غلطی پر ہوں گے اور نہ ہی باغی۔

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میرے بعد حکام ہوں گے جو نیک بھی ہوں گے اور فاسق بھی، تم ان کے احکام سننا جو حق کے موافق ہوں، ان کی اطاعت کرنا اور ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا اور اگر وہ نیک کام کریں تو اس میں ان کا بھی نفع ہے اور تمہارا بھی اور اگر وہ برے کام کریں تو ان کو ضرر اور تمہیں فائدہ ہوگا۔''

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ گویا قیادت مطلق العنان نہ ہو بلکہ احکامات خداوندی، سنت رسول کی روشنی میں متقی، باشعور اور اہل علم افراد کی مشاورت سے خلق خدا کی درست رہنمائی کے فرائض انجام دیتی ہو۔ اللہ رب العزت نے انسان کے پیکر خاکی میں قیادت و سیادت، رہنمائی اور ہدایت کی ظاہری و باطنی بیش بہا قوتیں ودیعت فرمائی ہیں جن سے انسان کی قدر و منزلت میں اضافہ ہوا ہے۔ انسان اللہ کی عطا کردہ ان خوبیوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ابتدائے آفرینش سے قیادت و سیادت کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ کسی بھی فرد کو اپنا قائد منتخب کرنے سے قبل قرآن وسنت کی بیان کردہ شرائط کو نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔ اس مضمون میں قیادت کے ان اسلامی اوصاف پر توجہ مرکوز کی گئی ہے جس کے ذریعے آدمی کو سماجی نظام میں ترقی کے مواقع میسر آسکیں اور نیا خون پرانے خون کی جگہ لیتے ہوئے جدید تقاضوں کے مطابق عوام کی بہتر رہنمائی ورہبری کے فرائض انجام دے سکے۔

اخلاص

قیادت کی کامیابی و کامرانی میں اخلاص کا کلیدی کردار ہوتا ہے۔ قیادت یقیناً ہمیشہ وقتی مصلحتوں اور تقاضوں کے گھیرے میں رہتی ہے لیکن قائد کا اخلاص وللّٰہیت اسے وقار و مرتبہ عطا کرتا ہے۔ عبادات میں اگر اخلاص شامل نہ ہو تو فرض تو ادا ہوجائے گا لیکن عرفان الٰہی کی دولت سے انسان محروم رہے گا۔ کسی بھی تحریک، انجمن اور تنظیم کے قائد اور کارکنان میں خلوص نیت کا پایا جانا اہم ہے۔ جب قائد و قوم اخلاص سے متصف ہوجاتے ہیں تو ان کے قدموں تلے عظمتوں اور رفعتوں کے پرچم سرنگوں ہوجاتے ہیں۔

علم

علم ملک وملت کے لیے قلعہ اور زرہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ علم میں انسانوں کی بھلائی، بہتری، ترقی، استقامت، تزکیہ، رشد وہدایت، سعادت مندی اور نسلوں کا تحفظ پنہاں ہے۔ علم سے ذہن و دل روشن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو علم کے ذریعے فرشتوں پر برتری عطا فرمائی۔ قیادت کے تقاضوں میں علم وحکمت کو سب پر فوقیت حاصل ہے۔ علم سے آدمی میں خیر وشر کی تمیز پیدا ہوتی ہے۔ قوت تمیز کے فروغ وجلا کے لیے قائد میں عام افراد سے زیادہ علم کا ہونا ضروری ہے۔ علم انسان میں عدل وتوازن پیدا کرتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان میں خشیت الٰہی پیدا ہوتی ہے۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یہ بات عیاں ہے کہ قیادت کے فرائض انجام دینے والے شخص کا علم وحکمت سے متصف ہونا لازمی ہے۔

حکمت

عقل وحکمت قیادت کی دوسری شرط ہے۔ ایک عام انسان کی بہ نسبت قائد کا زیادہ عقل مند ہونا بہت ضروری ہے تاکہ وہ اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہوسکے اور عوام کی رعایت کرسکے۔ عقل وحکمت اور دانشوری سے قائد میں تجربہ، فکر اور تدبیر کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ قائد میں عقل وحکمت جیسے اوصاف کو لازمی گردانا جاتا ہے۔ قائد اپنی دانشوری کو بروئے کار لاتے ہوئے بہت احتیاط سے گفتگو کرتا ہے۔ دانش مندی اور حکمت مظاہر عقل میں سے ایک عظیم مظہر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''اور جسے دانائی عطا کی جائے تو بلاشبہ اسے بہت زیادہ بھلائی دی گئی اور نصیحت قبول نہیں کرتے مگر جو عقلوں والے ہیں''۔ (البقرہ:269)

یقین واعتماد

قیادت کے تقاضوں میں سے ایک اہم تقاضا یہ بھی ہے کہ قائد کو اپنی ذات پر کامل اعتماد ہو اور قوم کو اپنے قائد کی صلاحیتوں پر۔ اعتماد قیادت کی اعلیٰ، اساسی اور گراں قدر خصوصیت ہے۔ قائد جتنا پُراعتماد ہوگا اسی قدر و صائب رائے ہوگا۔ اعتماد جرات کو جنم دیتا ہے اور جب جرات پیدا ہوجاتی ہے تو غلام بھی آقاؤں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے لگتے ہیں۔

مقصد سے آگہی/نصب العین

قائد کا نصب العین اس کی قوم کا نصب العین ہوتا ہے۔ دوراندیش ولائق قیادت اپنے ملک و قوم کی

ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے مقاصد کو وضع کرتی ہے۔ قائد کا فرض ہے کہ وہ متعین مقاصد کو صاف اور شفاف انداز میں پوری قوم کے آگے پیش کرے اور خیال رہے کہ مقاصد کے متعلق قائد اور قوم میں کسی قسم کا ابہام نہ ہو۔ مقاصد واضح ہوں اور مقاصد کے ادراک و تفہیم میں کسی کو بھی کسی قسم کی دشواری نہ پیش آئے۔ قائد مقاصد کے تعین میں اپنے ملک وقوم کے معاشی، سیاسی، معاشرتی، اخلاقی، مذہبی، دینی، اور علمی حالات کو پیش نظر رکھے۔ کیونکہ قوم کا خادم ہے قوم کا سردار، قوم کا خادم ہوتا ہے۔

اولوالعزمی

قرآن نے صبر کا ایک ساتھی عزیمت کو قرار دیا ہے۔ ’’اور جو بھی مصیبت تمہیں پہنچے، اس پر صبر کرو، بلاشبہ یہ عزیمت کے کاموں میں سے ہے‘‘۔ (سورہ لقمان) عزم کے معنی پختہ ارادہ ہے۔ وہ آدمی اولوالعزم ہے، جو کسی مقصد کے لیے ارادہ کرے اور اس پر جم جائے۔ حضرت عمرؓ ابوعبیدہ بن جراحؓ سے فرماتے ہیں: ’’فتح امید سے نہیں، یقینِ محکم اور خدا پر اعتماد سے حاصل ہوتی ہے۔‘‘

احساس ذمہ داری

اسلام ہر انسان میں احساس ذمہ داری اور جوابدہی کا جو یا پیدا کرتا ہے۔ یہ احساس انسان میں نیکی، تقویٰ، پرہیزگاری، صالحیت اور اعلیٰ اخلاق و اقدار کو پروان چڑھانے کا باعث بنتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے: ’’تم میں ہر شخص ذمہ دار ہے ہر ایک سے اس کی رعیت کے سلسلے میں باز پرس ہوگی۔‘‘ (بخاری) حضرت فاروق اعظمؓ کے احساس ذمہ داری کا یہ عالم تھا کہ وہ کھجور کی چٹائی پر سوتے راتوں کو جاگ کر رعایا کی خبر گیری کرتے ان کی ضرورتوں کو پورا کرتے حتیٰ کہ اپنی پیٹھ پر غلے کا بوجھ لاد کر رعایا تک پہنچاتے کیونکہ آپ نے اپنے آقا و قائد سرور عالم ﷺ کو اپنے دست مبارک سے خندق کھودتے ہوئے دیکھا تھا۔ قائد اپنی قوم کا سربراہ ہوتا ہے۔ یہ مخدوم نہیں بلکہ خادم ہوتا ہے۔ عوام کی خیرخواہی، ان کی ضرورتوں کا خیال، ان کی بہتری کی فکر نہ صرف قائد کی ذمہ داری ہے بلکہ اس کا فرض منصبی بھی ہے۔

امانت و دیانت

قیادت ایک امانت ہے اور اس کو اہل افراد تک پہنچانا بھی ایک اہم ذمہ داری ہے۔ ’’مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو، اللہ تم کو نہایت ہی عمدہ نصیحت کرتا ہے اور یقیناً اللہ سب کچھ دیکھتا ہے۔‘‘ (سورہ النساء 58) قیادت جب اہل و اعلیٰ صفات افراد تک پہنچتی ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اعلیٰ نصب العین کی جانب گامزن رہتے ہیں۔ مذکورہ آیت خاندانی اور موروثی حکمرانی و قیادت کے خاتمہ کا اعلان کرتی ہے۔ موروثیت، طاقت، اثر و رسوخ کے بل پر کوئی قیادت کا دعویدار نہیں ہوگا۔ قائد وہی ہوگا جو قیادت کا اہل ہوگا، عوام کو جواب دہ ہوگا ان کی خیر و بہتری کے اقدامات کرنے والے ہوگا۔

قوانین واصولوں کی پاسداری

قائد اگر پابند ڈسپلن ہو تو اس کا خوش گوار اثر معاشرے، ماحول اور عوام پر بھی مرتب ہوتا ہے۔ قائد کی ذات اصول و قوانین سے بالاتر نہیں ہوتی ہے۔ عوام کے ساتھ قائد کی اصول و قوانین پر عمل پیرائی لازمی ہے۔ قیادت کی اصول پسندی سے اس کے رعب، دبدبے اور مقبولیت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ سے ہم کو قانون کی پاسداری اور اصول پسندی کی تعلیم دی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’پہلی قومیں اس لیے تباہ ہوگئیں کہ جب کوئی بڑا غلطی کا ارتکاب کرتا تو مختلف حیلوں، بہانوں سے سزا سے بچ جاتا اور جب کوئی عام انسان کسی فعل شنیع کا مرتکب ہوتا تو سزا پاتا۔ اصولوں کی پاسداری اور حدود کے نفاذ میں تعلقات اور قربت داری کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

اعتدال

ہر کام کو عمدگی سے انجام دینے کے لیے اعتدال و توازن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں ہمیں اعتدال کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’اور ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے۔‘‘ (البقرہ: 341) قیادت کے مطلوبہ اوصاف میں اعتدال اور توازن کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ ہر شخص کو اور بالخصوص قائد کو اپنی زندگی میں شدت پسندی، افراط و تفریط اور غلو سے اجتناب کرتے ہوئے میانہ روی اختیار کرنا چاہیے۔

عدل وانصاف

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’اللہ تعالیٰ عدل کا، بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشائستہ حرکتوں اور ظلم و زیادتی سے روکتا ہے۔‘‘ (سورۃ النحل) عدل کے معنی انصاف کرنے کے ہیں یعنی ایک انسان دوسرے انسان سے اس دنیاوی زندگی میں انصاف سے کام لے۔ کسی کے بھی ساتھ دشمنی، عناد، محبت یا قرابت کی وجہ سے انصاف کے تقاضے مجروح نہ ہوں۔ قائد کا عدل و انصاف کے صفات سے متصف ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر قیادت عدل و انصاف سے کام لینے میں پہلو تہی کرے تو اسے اس کا خمیازہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں پر بھگتنا پڑے گا۔

شجاعت

قائد میں شجاعت کا ہونا بے حد ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر امارت، قیادت و سیادت ممکن نہیں ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سب سے زیادہ حسین اور بہادر تھے۔ (بخاری) نبی کریم ﷺ کا شجاعت، بہادری اور دلیری میں بھی مقام سب سے بلند اور معروف ہے۔ اگر آج ہم اپنے سینوں میں آپ ﷺ کی شجاعت بھر لیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمارا مقابلہ نہ کر سکے۔

سخاوت

سخاوت ایک عبادت اور اللہ کی نعمتوں کے شکر کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سخاوت کی اعلیٰ ترین مثال قائم کی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر چیز کو اللہ کی راہ میں لٹا دیا۔ قیادت سخاوت کے وصف سے آراستہ ہونی چاہیے۔ قیادت کو معلوم ہونا چاہیے کہ مال و اسباب کا بانٹنا ہی سخاوت نہیں ہے۔ مال خرچ کرنا سخاوت ہے۔ ظالم کو معاف کر دینا سخاوت ہے۔ زیادتی کرنے والے سے درگزر کرنا سخاوت ہے۔ قطع تعلق کرنے والے سے تعلق جوڑنا سخاوت ہے۔ مسلمانوں کی اصلاح کرنا سخاوت ہے۔ غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دینا سخاوت ہے۔ کسی کا عذر قبول کرنا سخاوت ہے۔ علم و معرفت اور اپنا تجربہ کسی کو دینا سخاوت ہے۔ اپنے حقوق سے دستبردار ہونا سخاوت ہے۔ کسی کی حوصلہ افزائی کرنا سخاوت ہے۔ کسی کی عزت افزائی کرنا سخاوت ہے۔ قیادت کو علم ہونا چاہیے کہ سب سے آسان ترین سخاوت، ایک مسکراہٹ، کسی کی خیریت دریافت کرنے کیلئے ملاقات کرنا، اچھی بات کہنا، دعا دینا، کسی کی تھوڑی، بہت مدد کر دینا، دوا خرید کر دینا، یہ بھی سخاوت ہے۔

حسن اخلاق

اچھے اخلاق وعمدہ خصائل قیادت کی اعلیٰ خصوصیات ہیں۔ حسن اخلاق قیادت و سیادت کو استحکام بخشتے ہیں۔ حسن اخلاق کی بدولت اپنے تو اپنے دشمن، باغی اور سرکش لوگ بھی مطیع بن جاتے ہیں۔ بااخلاق قیادت سے مرجھائے دلوں میں امید، عزم، حوصلہ اور زندگی کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے۔ عمدہ اخلاق کے ذریعے انسان لوگوں کے دلوں پر راج کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’روز قیامت میزان میں سب سے وزنی چیز اچھے اخلاق ہوں گے۔‘‘

قائد کے لیے منصب کے حصول سے زیادہ عوام کے دلوں میں جگہ بنانا ضروری ہوتا ہے اور جو دلوں کو فتح کرتا ہے وہی حقیقی فاتح کہلاتا ہے۔

وہ ادائے دلبری ہو کہ نوائے عاشقانہ
جو دلوں کو فتح کرلے وہ ہی فاتح زمانہ

ایفائے عہد

ایفائے عہد کی اجتماعی زندگی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ قائد میں عہد و پیمان کی پاسداری اگر نہ ہو تو عوام کا قیادت پر سے یقین واطمینان اٹھ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ وعدے کے اتنے پکے تھے کہ کفار مکہ آپ کو صادق و امین کہہ کر پکارتے تھے اور اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔ آج قیادت دھوکہ دہی، مکر وفریب، جھوٹ، بددیانتی ،خیانت جیسے موذی امراض میں مبتلا ہے۔ بات بات میں جھوٹ بولنا اور معاملات میں بددیانتی کرنا آج کے قائدین کا وطیرہ بن چکا ہے۔ اسلام میں ایفائے عہد کا بڑی سختی کے ساتھ حکم دیا گیا ہے اور وعدہ خلافی وعہد شکنی کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”عہد کو پورا کرو، کیوں کہ قیامت کے دن عہد کے بارے میں انسان جواب دہ ہو گا۔“ (بنی اسرائیل) ایفائے عہد کی تکمیل کے بغیر قیادت نہ تو مقبول ہوتی ہے اور نہ ہی پروان چڑھتی ہے۔

حلم وبردباری (جذباتی ذہانت)

بعض لوگ اپنے انتہائی بلند آئی کیو لیول کے باوجود دوسروں کی رہبری سے قاصر رہتے ہیں۔ انتہائی ذہین لوگ بھی تنظیمی وانتظامی امور میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔ قائد کا اپنے پیروں اور کارکنان کے مثبت اور منفی جذبات کو پہچان کر خود اپنے جذبات پر قابو رکھنا، ایک اچھی اور کامیاب لیڈرشپ کی ضمانت ہے۔ حلم وبردباری کی تعریف یہ ہے کہ قائد کسی ناگہانی صورتحال میں بھی جذبات کی رو میں نہ بہے۔ ناگہانی صورتحال میں اپنے ہوش وحواس پر قابو رکھے۔

نرم خوئی (رفق)

نرم خوئی قیادت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر قائد کے دل میں نرمی ہوگی تو کارکنان (عوام) کے دل میں بھی اس کے لیے محبت وعزت ہوگی اور معاشرہ فتنے وفساد سے محفوظ رہے گا۔ قیادت (اولوالامر) کے لیے نرم خوئی (رفق) انتہائی اہم ہے۔

عفوودرگزر

زندگی کے سفر میں بعض مرتبہ ناراضگی اور رنجش پیدا ہوسکتی ہے۔ ایسے موقعوں پر رسول اللہ ﷺ نے آپسی رعایت اور عفو ودرگزر کے ذریعے ہماری بہترین رہنمائی فرمائی ہے۔ عفوودرگزر کی وجہ سے زندگی کے معمولات احسن طریقے سے انجام پاتے ہیں اور سماجی تعلقات اور رشتوں کے درمیان توازن اور الفت پیدا ہوتی ہے۔ عفوودرگزر کی صفت قائد کی عظمت کو بلندی عطا کرتی ہے۔

رواداری

سیرت طیبہ ﷺ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قائد میں رواداری کا عنصر ہونا بے حد ضروری ہے۔ قائد کو چاہیے کہ وہ اپنے ہم عقیدہ، ہم نظریہ اور ہم مذہب سے ہی نہیں بلکہ غیر مذہب اور دیگر عقائد ونظریات کے حامل لوگوں سے بھی رواداری اور حسن سلوک سے پیش آئے۔

عوامی رابطہ

ایک اعلیٰ قیادت خود کو کبھی بھی دوسروں سے الگ تھلگ نہیں رکھتی۔ اسلام ہمیں لوگوں سے الگ تھلگ رہنے اور لوگوں سے منہ پھیر کر زندگی گزارنے سے منع کرتا ہے۔ قرآن مجید نے سختی کے ساتھ اس امر سے منع کیا ہے۔ ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ﴾ ”اور تم لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کرو“۔ (سورہ لقمان) قیادت جب انا پرستی کا شکار ہوجاتی ہے تو قائد کا رویہ بھی بالکل اسی طرح ہوجاتا ہے۔ قائد کو اس طرح کے افعال سے سختی سے اجتناب کرنا چاہیے۔

معلومات کا ذخیرہ

دنیا میں جتنے بھی کامیاب لیڈر گزرے ہیں ان میں سنجیدگی سے مطالعہ کرنے اور نئی معلومات اکٹھی کرنے کا جذبہ بدرجہ اتم موجود تھا۔ کسی بھی واقعے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے قائد کے پاس مفید معلومات کا ہونا ضروری ہے۔ قائد اپنی معلومات کی بنیاد پر جو اچھا یا غلط فیصلہ کرے گا اس کا براہ راست اثر اس کے پیروکاروں اور متعلقہ ادارے پر پڑے گا۔

قوت فیصلہ

ایک بااثر قائد مشکل اور کٹھن وقت میں بھی اپنی دانش وبینش کے بل پر اہم فیصلے لینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ بہتر قائد ہمیشہ فیصلہ سازی میں جماعت کے تجربہ کار اہل علم افراد کو نہ صرف شامل رکھتا ہے بلکہ ان تجاویز وآرا پر ان کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ اگر قائد ان امور پر توجہ مرکوز نہیں کرے گا تو اپنے ماتحتوں کے مشوروں اور تجاویز سے وہ محروم ہوجائے گا اور وہ اسے ایک آمریت پسند قائد کے طور پر دیکھنے لگیں گے۔

تجربہ ومہارت

قیادت کسی چھوٹے گروہ کی بھی ہوسکتی ہی یا پھر ایک بڑی جماعت کی بھی۔ قائد کو جب کوئی قیادت سونپی جائے وہ اس میں مہارت رکھتا ہو یا کم ازکم اس کی مبادیات اور اساسیات کا اسے علم ضرور ہو بصورت دیگر وہ اپنے عہدے سے انصاف نہیں کر سکے گا۔ قائد کا زندگی کے دیگر شعبہ جات جیسے علم ودانش، معاشیات، مالیات، سیاسیات، قانون، ثقافت، تعلیم وتربیت، طب وصحت، فلاح وبہبود وغیرہ سے بھی آگہی رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ قیادت کی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام نہیں دے پائے گا۔

مسائل کا حل

قائد کے لیے عوامی (تنظیمی) حالات سے واقفیت ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ ان کی فلاح وبہبود کے کام انجام دے سکے۔ قائد اپنے کارکنوں اور پیروں سے باخبر رہے۔ حضرت عمر ؓ رعایا کی خبر گیری کے معاملے میں اتنے حساس تھے کہ اسی لیے آپ نے کہا ”اگر فرات کے کنارے بھیڑ کا بچہ (بھوک سے) بھی مرگیا تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرے گا۔“ (حلیۃ الاولیاء)

دوسروں تک اپنا پیغام پہنچانے کا فن

تقریر ہو یا تحریر، قائد کے پاس دوسروں تک موثر طریقے سے اپنا پیغام پہنچانے کا گر ہونا چاہیے۔ اس کے پاس اچھے اور متبادل الفاظ کی فراوانی، جملوں کی روانی، زبان کی شائستگی اور بولنے میں سوز وگداز جیسے عناصر کا لازمی طور پر ذخیرہ ضروری ہے۔ قائدین مطالعہ اور اہل علم حضرات کی صحبتوں سے اپنی اس کمی کو دور کرسکتے ہیں۔

لب لباب

آج کے اس پُرفتن دور میں ایسی صفات کی حامل قیادت کا ملنا مشکل تو ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں ہے۔ آج قیادت بدترین شخصیت پرستی اور آمریت کے دور سے گزر رہی ہے۔ قیادت وسیادت آج احساس ذمہ داری اور اپنے فرض منصبی سے عاری ہے۔ قیادت عیاری ومکاری کا دوسرا نام بن کر رہ گئی ہے۔ قوم کے مال پر قائدین اپنی زندگی شاہانہ ٹھاٹ باٹھ اور کروفر سے بسر کررہے ہیں۔ معصوم عوام قیادت کے ظلم وستم سہہ رہے ہیں۔ ایسا نہیں کہ یہ قیادت کی عیاری سے واقف نہیں ہیں۔ یہ بالکل واقف ہیں لیکن ان کے پاس جرأت نہیں ہے کیونکہ ان کے پاس علم نہیں ہے۔ اگر علم ہوتو بھی یہ قرآن وسنت کی تعلیمات سے لاعلم ونابلد ہیں۔ علم آدمی میں اعتماد پیدا کرتا ہے پھر اعتماد آدمی میں جرأت پیدا کرتا ہے۔ شخصی وموروثی قیادت کی موجودگی میں نوجوان نسل کی قائدانہ تعلیم وتربیت کا انتظام کیے بغیر اس منظر نامے کو نہ تو ہم بدل سکتے ہیں اور نہ ہی ترقی، خوشحالی اور امن واستحکام کی توقع کر سکتے ہیں۔

❁❁❁

اللہ کی محبت اور اللہ کے لیے محبت

ابو عبداللہ

اللہ کی محبت کیا ہے؟

قرآن و حدیث کی روح سے ہم دیکھیں گے کہ اللہ کی محبت سے کیا مراد ہے، یہ کیسی ہوتی ہے اور اللہ کی محبت پانے کی کیا شرائط ہیں، یعنی وہ خوش نصیب کون ہیں جن سے اللہ تبارک وتعالیٰ محبت فرماتا ہے۔

اللہ کی محبت ایک ایسا جذبہ ہے جس سے انسان دنیا و مافیہا کی ہر پریشانی اور دکھ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اللہ کی محبت کے سرور میں انسان دنیا اور اس کی لذتوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اللہ کی محبت انسان کو دنیا والوں اور ان کی تلخ باتوں سے بھی بے نیاز کر دیتی ہے۔ یعنی انسان کو پروا نہیں رہتی کہ لوگ کیا کہیں گے بلکہ وہ صرف اللہ کے احکام کو پورا کر کے، اللہ کی محبت حاصل کرنے کی پروا کرتا ہے۔ جس کو اللہ سے محبت ہوتی ہے اس کا دل و دماغ ہمیشہ اللہ کی باتوں اور اللہ کے ذکر میں لگا رہتا ہے۔ وہ اللہ سے ملاقات کے لیے بے تاب رہتا ہے۔ پھر ایسے شخص کے لیے نماز بوجھ کیوں کر ہوگی (نماز بھی تو اللہ سے ملاقات ہی ہوتی ہے ناں!) پھر اللہ سے محبت کرنے والے شخص کو اللہ سے منسلک ہر چیز سے محبت ہو جاتی ہے چاہے وہ کعبہ ہو یا اللہ کا کلام قرآن ہو یا اللہ کے رسول ﷺ ہوں۔

اللہ سے محبت کیسی ہونی چاہیے؟

اللہ سے محبت ہر چیز اور ہر ہستی کی محبت سے زیادہ ہونی چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں۔'' (البقرہ:165)

یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی کے لیے اللہ کی محبت ہر دوسرے کی محبت پر مقدم ہو۔ اور کسی بھی چیز کی محبت انسان کے دل میں یہ مقام و مرتبہ نہ حاصل کر لے کہ وہ اللہ کی محبت پر اسے قربان نہ کر سکتا ہو۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا۔'' (التوبہ:24)

اس آیت میں ''اللہ اپنا فیصلہ ہمارے سامنے لے آئے'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ ہمیں رد کر دے گا اور دین داری کی نعمت اور پیشوائی کا منصب کسی اور گروہ کو عطا کر دے گا۔ اگر دنیاوی چیزوں کی محبت ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سے زیادہ ہو جائے، تو ہمیں اللہ کے اس فیصلے کے حوالے سے ڈرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے اتنی زیادہ محبت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں زندگی ہی نہیں بلکہ زندگی بسر کرنے کے تمام لوازمات بھی عطا کیے ہیں۔ ایمان، صحت اور تندرستی، علم اور حکمت، توانائی اور عقل، رزق اور رہائش، غرض یہ کہ اس کی عنایات کا شمار کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا:

''اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہیں سکتے۔'' (النحل:18)

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اس ان گنت نعمتوں کے عطا کرنے والے سے ہی محبت نہ کریں؟ کہیں ہم ان نعمتوں کو اپنا حق تو نہیں سمجھ بیٹھے؟ اگر ہم ان نعمتوں کو اللہ ہی کی طرف سے سمجھتے ہیں، تو ہمارے دل میں ضرور جذبہ محبت و احسان مندی کثرت سے پیدا ہوگا۔ یعنی ہم سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کرنے لگیں گے۔

شرطِ محبت، اطاعتِ رسول

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے نبیؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ، اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔''
(آل عمران:31)

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں رسول اس لیے بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو سیدھی راہ اور نیکی کی طرف ہدایت کریں اور جو کوئی بھی رسول کی اطاعت کرتے ہوئے ہدایت پا جائے گا، تو اللہ تعالیٰ تو ہدایت یافتہ لوگوں سے محبت ہی کرتا ہے۔ اس لیے شرطِ محبت اطاعتِ رسول ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''تم اس کی (رسول کی) اطاعت کرو گے، تو خود ہی ہدایت پاؤ گے۔'' (النور:54)

اللہ تعالیٰ کس سے محبت کرتا ہے؟

وہ کون سے خوش قسمت لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے؟ مندرجہ ذیل قرآنی آیات میں اس سوال کے جوابات ہیں۔

''احسان کا طریقہ اختیار کرو کیونکہ اللہ محسنوں سے محبت کرتا ہے۔'' (البقرہ:195)

احسان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرے گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو (تجھے یہ کیفیت نصیب نہیں اور اسے) نہیں دیکھ رہا تو (کم از کم یہ یقین ہی پیدا کر لے کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ (حدیث جبریلؑ)

''بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو توبہ کرتے ہیں اور پاکیزگی اختیار کرتے ہیں۔'' (البقرہ:222)

توبہ کرنے کا مطلب ہوتا ہے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور اس کی طرف پلٹنا یعنی غلط راستے سے پلٹ کر سیدھی راہ کی طرف آ جانا توبہ کہلاتا ہے۔ اور یہاں پاکیزگی سے مراد جسمانی پاکیزگی بھی ہے اور روحانی پاکیزگی بھی۔

''اور جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اور برائی سے بچ کر رہے گا، وہ اللہ کا محبوب بنے گا کیونکہ اللہ پرہیزگار لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔'' (آل عمران:76)

پرہیزگاری کا مطلب ہمیں اس آیت کے شروع والے حصے سے ہی مل گیا ہے۔

''اللہ پر بھروسا کرو۔ اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس پر بھروسا کرتے ہیں۔'' (آل عمران:159)

بھروسا کرنے کا مطلب ہے کہ انسان اپنی قوت اور صلاحیت کسی کام میں لگا دے لیکن اس کو یقین ہو کہ ہوگا وہی جو منظورِ خدا ہوگا۔ وہ اللہ پر بھروسا رکھے کہ اللہ تعالیٰ جو کریں گے وہ اس کے اپنے ہی حق میں بہتر ہوگا۔

''اور اگر تم ان کے درمیان فیصلہ کرو تو پھر ٹھیک ٹھیک انصاف کے ساتھ کرو کہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (المائدہ:42)

انصاف پسند انسان وہ ہے جو ہر حال میں انصاف کرے چاہے انصاف کرنے سے اس کا اپنا ہی دنیاوی نقصان کیوں نہ ہو رہا ہو۔

''بے شک اللہ ان لوگوں سے محبت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح صف بستہ ہو کر لڑتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوں۔'' (الصف:4)

یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسی فوج سے محبت ہے جو اتحاد، تنظیم، خلوص اور اپنے مقصد کے حصول کی تڑپ رکھتی ہو، کیوں کہ یہی فوج سیسہ پلائی ہوئی دیوار کہلانے کے لائق ہے۔

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔'' (آل عمران:146)

صبر کرنے کے لغوی معنی ثابت قدم رہنا ہے۔ زندگی کی مشکلات کے آگے ہار نہ ماننا اور ثابت قدم رہنا بھی صبر کہلاتا ہے۔ کوئی نقصان پہنچنے پر مایوس ہونے کے بجائے ثابت قدم رہنا بھی صبر کہلاتا ہے۔ نیکیاں کرتے ہوئے ثابت قدم رہنا اور برائیوں کے خلاف ثابت قدم رہنا بھی صبر کہلاتا ہے۔

اوپر دی گئی آیات سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے بہت سارے طریقے ہیں۔ تو پھر یہ صفات خود میں پیدا کرنے میں دیر کیسی؟

اللہ کی محبت کے فوائد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے: میں فلاں سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں، پھر وہ آسمان میں آواز دیتے ہیں، کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں مقبولیت رکھ دی جاتی ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے۔ تو جبرئیل علیہ السلام کو بلا کر فرماتا ہے: میں فلاں شخص کو ناپسند کرتا ہوں، تم بھی اسے سے ناپسند کرو تو جبرئیل علیہ السلام اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں، پھر وہ آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں کو ناپسند کرتا ہے، تم بھی اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرو تو وہ (سب) اس کو ناپسند کرتے ہیں، پھر اس کے لیے زمین میں بھی ناپسندیدگی کو رکھ دیا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ کی محبت کتنی بڑی نعمت ثابت ہو سکتی ہے اور اللہ کی نفرت مول لینے سے کتنا نقصان ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور ان کی محبت کے تقاضوں کو پورا کرنا، ہمارے لیے قیامت کے دن حساب دینے میں بہت مدد کرے گا۔ یوں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ہمیں جنت میں لے جائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: ''تم نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟'' اس نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم (قیامت کے روز) اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم کو محبت ہے۔'' (صحیح مسلم)

اللہ کے لیے محبت کرنا کیا ہے؟

اللہ کے لیے محبت کرنا ایک ایسا عمل ہے جو زندگی کی تمام ترکڑواہٹیں دور کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور زندگی کے لطف میں اضافہ کر دیتا ہے۔ کسی انسان سے اللہ کے لیے محبت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نہ اس کے مال و دولت کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے، نہ اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے، نہ شہرت کی وجہ سے، نہ اس کے رتبے کی وجہ سے، بلکہ صرف اللہ کے دین کی وجہ سے اور اس کی نیکیوں میں سبقت کی وجہ سے اس سے محبت کی جائے۔ یعنی ہم کسی انسان سے اس لیے نہ محبت کریں کہ وہ ہمارے ساتھ اچھا ہے بلکہ اس سے محبت کریں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھا ہے۔ یہ ہے اللہ کے لیے محبت۔ کہ ہم کسی کو اچھے طریقے سے قرآن پڑھتا دیکھیں یا پھر غریبوں کی مدد کرتا دیکھیں یا پھر بھلائی کی طرف دعوت دیتا دیکھیں، تو ہمیں اس کی نیکیوں کی وجہ سے اس سے اللہ کے لیے محبت ہو جائے۔

بلکہ یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ اگر کسی سے محبت کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی کی جائے۔ ان سے محبت کی جائے جن سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، والدین، رشتے دار وغیرہ۔

اللہ کے لیے محبت کرنے کے فوائد:

اللہ کے لیے محبت کرنے کے بے شمار ثمرات ہیں۔ جیسے یہ ایمان کی مٹھاس پانے کا ایک ذریعہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تین خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں یہ پیدا ہو جائیں اس نے ایمان کی مٹھاس کو پالیا۔ اول یہ کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب بن جائیں، دوسرے یہ کہ وہ کسی انسان سے محض اللہ کی رضا کے لیے محبت رکھے۔ تیسرے یہ کہ وہ کفر میں واپس لوٹنے کو ایسا برا جانے جیسا کہ آگ میں ڈالے جانے کو برا جانتا ہے۔'' (صحیح بخاری)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ اس دن اپنے سایہ میں جگہ دے گا، جس دن اس کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا (ان سات لوگوں میں یہ لوگ بھی شامل ہیں)۔ ''دو ایسے شخص جو اللہ کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں اور ان کے ملنے اور جدا ہونے کی بنیاد یہی (اللہ کے لیے محبت) ہو۔'' (صحیح بخاری)

اس دن حشر کے میدان میں جب سخت گرمی ہوگی اور سورج سوا نیزے پر ہوگا، تو ہمیں ٹھنڈے سائے کے علاوہ اور کیا چاہیے ہوگا؟ جس کو وہ ٹھنڈا سایہ مل گیا اس کو آخرت کی کامیابی اور بخشش مل گئی۔

کسی انسان سے اللہ کے لیے محبت کرنے کا ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ ہم سے محبت کرنے لگتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص اپنے کسی بھائی سے ملاقات کرنے کسی دوسری بستی میں گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتے کو چوکیدار مقرر کر دیا۔ جب وہ اس کے پاس آیا تو فرشتے نے پوچھا کہ تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس بستی میں اپنے ایک بھائی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کیا اس پر تو نے کوئی احسان کیا ہے جس کی تکمیل مقصود ہے۔ اس شخص نے جواب دیا کہ اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ اللہ عزوجل کی خاطر اس سے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ (اور) تمہاری طرف (اس لیے آیا ہوں کہ تمہیں بتا دوں) کہ جس طرح تو اللہ کی خاطر (اپنے) اس بھائی سے محبت رکھتا ہے، اسی طرح اللہ بھی تجھ سے محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

اللہ کے لیے کی گئی محبت کا اظہار کرنا

اللہ کے لیے اگر محبت کا اظہار کرنا سنت ہے۔ یعنی انسان دوسرے انسان کو کہے کہ میں اللہ کی خاطر تم سے محبت کرتا ہوں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: ''اے معاذ! قسم اللہ کی، میں تم سے محبت کرتا ہوں، قسم اللہ کی میں تم سے محبت کرتا ہوں، پھر فرمایا: ''اے معاذ! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا کبھی نہ

چھوڑنا: ((اللھم اعنی علی ذکرك وشکرك وحسن عبادتك)) (سنن ابوداود)

ابوادریس خولانیؒ بیان کرتے ہیں کہ دمشق کی ایک مسجد میں میری نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کے دانت خوبصورت چمکدار تھے۔ لوگ اس کے آس پاس بیٹھے تھے۔ جب کوئی اختلاف ہوتا، تو اس کی طرف رجوع کرتے اور اس کی رائے پر عمل کرتے تھے۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ حضرت معاذ بن جبل ؓ ہیں۔ (یہ وہی صحابی ہیں جن کا اوپر ذکر آیا ہے۔) جب اگلا دن ہوا تو میں سویرے ہی (مسجد میں) جا پہنچا میں نے دیکھا وہ مجھ سے پہلے ہی آ چکے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، میں انتظار میں بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی نماز ختم کر لی۔ پھر میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا پھر کہا:

''خدا کی قسم! میں اللہ کی خاطر آپ سے محبت رکھتا ہوں۔''

انہوں نے فرمایا: ''کیا اللہ کے لیے؟''

میں نے عرض کیا: ''ہاں اللہ کے لیے''۔

انہوں نے پھر فرمایا: ''کیا اللہ کے لیے؟''

میں نے عرض کیا: ''ہاں اللہ کے لیے''۔

انہوں نے میری چادر کا کنارہ پکڑا اور مجھے اپنی طرف کھینچا۔ پھر فرمایا: خوشخبری حاصل کرو بے شک میں نے رسول خدا ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو لوگ میرے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میرے لیے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میرے لیے مال خرچ کرتے ہیں، ان سے محبت کرنا میرے لیے واجب ہے۔'' (موطا)

حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی ساتھ سے گزرا۔ حضرت انس ؓ نے کہا: ''اے رسول اللہ ﷺ! بے شک میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں۔''

تو آپؐ نے دریافت کیا: ''کیا تم نے اس کو بتایا کہ تم اس سے محبت کرتے ہو؟''

انہوں نے عرض کیا: ''نہیں''

آپؐ نے فرمایا: ''تو اٹھو اور اسے جا کر بتاؤ''

وہ اٹھے اور انہوں نے اس کو بتایا کہ ''اے فلاں بن فلاں! اللہ کی قسم میں تجھ سے اللہ کی خاطر محبت رکھتا ہوں۔''

اس شخص نے کہا: ''تم سے وہ محبت کرے جس کی خاطر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔''

یعنی کہ رسول اللہ ﷺ نے ترغیب دی کہ اگر آپ کسی شخص سے اللہ کی خاطر محبت رکھتے ہوں تو اسے دل میں چھپا کر نہ رکھیں، بلکہ اس کا اظہار بھی کریں۔ یہ ترغیب حضور ﷺ نے ایسے معاشرے میں دی جہاں محبت کا اظہار کرنا انوکھی چیز سمجھا جاتا تھا۔ (دھیان رہے کہ یہاں پر صرف حلال اور جائز محبت کی بات ہو رہی ہے)۔

حاصل کلام

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ سے محبت کریں، اور اس کی محبت حاصل کریں۔ ایک دوسرے سے اللہ کے لیے محبت رکھیں اور اس کا اظہار بھی کریں۔ جیسا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا سکھائی:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَالْعَمَلَ الَّذِي يُبَلِّغُنِي حُبَّكَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي وَأَهْلِي وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ))

"اے اللہ! میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں، اور میں اس شخص کی بھی تجھ سے محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے، اور ایسا عمل چاہتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے، اے اللہ! تو اپنی محبت کو مجھے میری جان اور میرے گھر والوں سے زیادہ محبوب بنا دے، اے اللہ! اپنی محبت کو ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ کر دے۔" (سنن الترمذی)

❁❁❁

پریس ریلیز 16 فروری 2024ء

اسرائیل سرزمینِ غزہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تُلا ہوا ہے

شجاع الدین شیخ

اسرائیل سرزمین غزہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے پر تُلا ہوا ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل کی غزہ پر وحشیانہ بمباری پانچویں ماہ میں داخل ہو گئی ہے۔ صہیونی فوج نے 7 اکتوبر کے بعد سے جس درندگی کا آغاز کیا تھا اس کو گزشتہ چار ماہ کے دوران شمالی غزہ سے جنوب کی طرف مسلسل بڑھایا ہے۔ غزہ شہر، دیرالبلح اور خان یونس پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے ہیں۔ میڈیا میں بتائے جانے والے اعداد و شمار کے مطابق قریباً 30 ہزار فلسطینی مسلمانوں کو شہید کیا جا چکا ہے جس میں اکثریت بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر مشتمل ہے۔ 90 ہزار سے زائد افراد شدید زخمی ہیں اور اس سے تقریباً دوگنا زائد ملبے تلے دبے ہوئے ہیں۔ غزہ کے 80 فیصد گھروں کو تباہ کیا جا چکا ہے اور تقریباً تمام ہسپتالوں، سکولوں اور پناہ گزین کیمپوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔ غزہ میں امداد فراہم کرنے والے ادارے اونروا '(UNRWA)' پر جھوٹے الزام لگا کر پابندیاں عائد کر دی گئیں ہیں۔ اقوام متحدہ کے مطابق اس وقت غزہ میں 10 لاکھ افراد مرض اور فاقہ کشی کا شکار ہیں۔ گزشتہ چار ماہ کے دوران غزہ کے شہریوں کو مسلسل جنوب کی طرف دھکیلا جا رہا ہے اور اس وقت مصری سرحد سے جڑے رفح کے علاقے میں 13 لاکھ فلسطینی موجود ہیں۔ جن پر اسرائیل نے شدید ترین بمباری کا آغاز کر دیا ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم نیتن یاہو نے رفح پر زمینی حملے کا بھی اعلان کر دیا ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ مسلمان ممالک کی بزدلی اور کم ہمتی کا یہ عالم ہے کہ اسرائیلی مظالم کے خلاف کھل کر آواز بلند کرنے کو بھی تیار نہیں۔ انتہائی شرم کا مقام ہے کہ متحدہ عرب امارات نہ صرف قاتل یہودیوں سے تعلقات منقطع کرنے کو تیار نہیں بلکہ مشرکوں سے تعاون کرتے ہوئے ابوظہبی میں ایک بت کدہ بھی کھول دیا گیا ہے۔ پھر یہ کہ گجرات کے قاتل اور بابری مسجد کے مقام پر مندر تعمیر کرنے والے بھارتی وزیراعظم کو سرزمین عرب پر اس مندر کے افتتاح کے لیے دعوت دی گئی۔ امیر تنظیم نے کہا کہ اللہ اور رسول ﷺ سے بغاوت کی اس روش نے آج امتِ مسلمہ کو دنیا میں ذلیل و رسوا کر رکھا ہے اور مسلمان کا خون انتہائی ارزاں ہو چکا ہے۔ اگر اب بھی مسلمان ممالک کے حکمران اور مقتدر طبقات انفرادی اور اجتماعی سطح پر توبہ کر کے بغاوت کی اس روش کو ترک نہیں کرتے تو دنیا کی رسوائی کے ساتھ آخرت میں بھی مجرم قرار پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ غزہ کے مسلمانوں کی نصرت فرمائے اور امتِ مسلمہ کو غیرت ایمانی عطا فرمائے۔ آمین رب العالمین! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

مگر میں نذر کو اک آبگینہ لایا ہوں!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

تاریخ لکھی جا رہی ہے۔ ان مناظر میں جو غزہ سے روزانہ دنیا کی اسکرینوں کی زینت بنتے ہیں، ایک بڑا کردار بچوں کا ہے۔ ہر عمر کے بچے، دو ڈھائی سال کی بچیاں، چھ آٹھ سال کے بچوں سے 15 سالہ 'غزہ کے نیوٹن' تک بہت سے کردار! ہر ایک کا رواں رواں ایمان، توکل، سکینت سے لبریز! فلسطینی اجڑتے اجڑتے پناہ کی تلاش میں رفح بارڈر تک آن پہنچے۔ مصر سے غزہ کا راستہ، جہاں سے امداد آتی ہے اور بظاہر ایک مسلمان ملک بھی ہے! مگر حکومت جنرل السیسی کی ہے۔ فلسطینیوں پر زندگی کا دائرہ تنگ کیے رکھنے کے عوض امریکا سالانہ 1.3 ارب ڈالر مصر کو دیتا رہا ہے۔

فلسطینی بچے دوست دشمن کی پوری پہچان رکھتے ہیں۔ سو رفح بارڈر پر منظر یہ ہے کہ درجنوں ننھے منے 6، 8 سال کے وہاں موجود ہیں۔ مصری سیکورٹی اہلکار بھی ہیں۔ تین سال کا بچہ انگلیوں سے فتح کا نشان بنا کر دکھا رہا ہے۔ فہم وفراست ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں سیکورٹی والے سے: ڈرو نہیں! 'ہم سینا آنے والے نہیں ہیں۔ ہم یہاں غزہ پر خود کو قربان کر دیں گے، ہجرت نہیں کریں گے۔ ہم صہیونیوں سے نہیں ڈرتے۔ ہم آپ کی طرح غلام نہیں ہیں۔ شکر ہے اللہ نے ہمارا پردہ رکھا ہوا ہے، ہم فاصلے پر ہیں۔ ورنہ ہماری مجبوریاں بھی مصر جیسی ہی ہیں۔ امریکی ڈالروں، سعودی، اماراتی پیسے ہی ہمارے خالی خزانوں کا حال درست کرتے ہیں۔ اس لیے ہم مجبور ومعذور ہیں۔ غزہ ہمیں معاف ہی رکھو!

مغرب میں بیٹھے فلسطینی، مسلمان، گورے بہرطور اپنا حصہ ڈال رہے ہیں۔ ہوسٹن (امریکا) سٹی کونسل میں ایک دس گیارہ سال کا بچہ کونسل ممبران سے خطاب کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ اس کے 100 ننھیالی اور 100 ددھیالی عزیز شہید ہو چکے ہیں۔ آپ مجھے ایک منٹ کی دعا کرنے کی اجازت دیں اور اس میں شریک ہوں۔ گوروں سے ہاتھ دعا کے لیے اٹھانے کی درخواست کرتا ہے۔ حمزہ ابولنجا، یہ بچہ اللہ سے سب پر رحمت کے لیے دعا کرتا ہے۔ غزہ والوں کے لیے اللہ کی مدد، سلامتی، امن وامان اور فتح کی، شہداء کی شہادت کی قبولیت کی دعا کرواتا ہے۔ سٹی کونسل والوں کے لیے اللہ سے اس بات کی توفیق طلب کرتا ہے کہ وہ فوری جنگ بندی کے لیے آواز اٹھا سکیں۔ خوبصورت پرسوز عربی دعا، انگریزی ترجمہ! شہداء کا وارث، ان کا صدقۂ جاریہ۔ کفر کے ایوانوں میں اسلام کا ننھا داعی! ایک فلسطینی لڑکا، بارہ تیرہ سالہ جو بازو جلنے پر پٹی کرواتے ہوئے قرآن سے سکینت پا رہا ہے۔ درد روکنے اور بے ہوشی کی دوا یہاں تلاوتِ قرآن ہے۔ ہم تو تکلیف کی شدت میں شاید سورۃ الفاتحہ پر بھی اٹک جائیں مگر یہ اہلِ غزہ ہیں جہاں قرآن حقیقتاً دل کی بہار، سینے کا نور اور غموں دکھوں تکلیفوں کا مداوا بن چکا ہے۔ مسنون دعا کے مطابق۔

18 سالہ لڑکی احد جس کی اپنے گھر میں اسرائیلی ٹینک کے گولے سے ٹانگ اڑ گئی۔ وہاں اس کے ہڈیوں کے ڈاکٹر، چچا بلڈنگ میں موجود تھے۔ ہسپتال چند قدم کے فاصلے پر تھا مگر جانا ناممکن تھا۔ اسرائیلی ٹینکوں کا پہرہ تھا۔ خون فوراً روکنا اور ٹانگ کو زہر پھیلنے سے بچانے کو کاٹنا لازم تھا۔ طبی آلات، ادویہ، جراثیم سے پاک پٹی، بے ہوشی کی دوا کچھ بھی نہ تھا۔ بچی کو گھر کی کھانے کی میز پر لٹایا۔ باورچی خانے کی چھری تھی۔ زخم کی صفائی کے لیے برتن دھونے والا صابن اور صاف اسفنج اور گھریلو سوئی دھاگا، بڑی شریان سینے کو۔ چچا ڈاکٹر ہانی کا دل کرچی کرچی کہ احد پورے ہوش میں تھی اور اسے یہ آپریشن برداشت کرنا تھا۔ دوبارہ زخم بند کرنے، لپیٹنے کو پٹی گرم پانی سے دھو ابال کر سکھانے کو ڈال دی۔ آپریشن ہوا۔ گھر میں جو اینٹی بائیوٹک میسر تھی دی گئی۔ خالی پیٹ! کھانے کو کچھ نہ تھا گھر میں۔ احد نے درد کیسے برداشت کی؟ کہتی ہے: 'میں مستقل قرآن پڑھ رہی تھی اور ایک سکینت نے مجھے ڈھانپ رکھا تھا!' 5 دن بعد ہسپتال لے جا کر (جب ٹینک ہٹے۔) مزید آپریشن اور علاج ممکن ہوا۔ احد امت سے سوال کرتی ہے: 'تم میں سے کوئی ایک بھی نہیں اٹھ رہا۔ اپنی خوش باش زندگیاں گزار رہے ہو۔ ہر کوئی ہمیں کہتا ہے۔ استقامت سے رہو۔ قربانی دو۔ ہم قربانیاں دے رہے ہیں۔ مگر کیا قدس صرف ہمارا ہے؟ ہم جلنے والی گولیاں اپنے سینے پر کھا رہے ہیں۔ جو مناظر دیکھتے ہو، تمہارے دل نہیں لرزتے؟ درد سے نہیں بھرتے؟'

غزہ کے مناظر جیسے حالات و واقعات امت پر پہلے بھی آئے۔ اقبال نے اشعار کے پیکر میں ڈھالا، مسلمانوں کو جگایا۔ 'حضورِ رسالت مآبؐ میں' نظم جب انہوں نے (1912ء) شاہی مسجد لاہور، جلسے میں سنائی تو خود بھی روتے رہے اور سننے والے بے قرار ہو کر زمین پر گر گر کر بے طرح روئے۔ دلسوزی، دلدوزی، امت سے محبت اخوت کا جذبہ، خلافتِ عثمانیہ سے قلبی تعلق کی دولت ارزاں تھی۔ یہ اٹلی کے، طرابلس (لیبیا) پر حملے کے تناظر میں لکھی نظم تھی۔ برطانیہ نے لیبیا پر اٹلی کے قبضے کی راہ ہموار کی، سہولت کار بنا۔ خلافتِ عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے جغرافیائی تسلط، معاشی مفادات، نوآبادکاری میں انہی مغربی طاقتوں نے جابجا خونِ مسلم کی ندیاں بہائیں۔ طرابلس کی جنگ پر زخمی قلب وجگر کا سوز اقبال کے قلم سے مذکورہ بالا نظم اور 'فاطمہ بنت عبداللہ' (نظم) بن کر بہہ نکلا۔ پہلی نظم میں تخیلاتی سفر (درد کی تاب نہ لا کر) اختیار کر کے نبی کریم ﷺ کی مجلس مبارک میں حاضر ہوتے ہیں، شکوہ کناں ہوتے ہیں کہ دنیا میں راحت وآسودگی نہیں ملتی۔ ہزاروں، (کروڑوں!) مسلمان آباد ہیں لیکن اسلام کے نام پر سر کٹانے والے بہت کم ہیں۔ 'مگر نذر کو میں اک آبگینہ لایا ہوں، جو چیز اس میں ہے، جنت میں بھی نہیں ملتی' اس جام میں آپ کی امت کی آبرو جھلک رہی ہے، یعنی طرابلس کے شہداء کے خون سے یہ پیمانہ لبریز ہے!

آج اقبال ہوتے تو غزہ کے 27 ہزار شہداء کا خون پیش کرتے۔ فاطمہ بنت عبداللہ، غزہ کی بیٹیوں جیسی 14 سالہ شیر بچی تھی۔ مسلمان بے سروسامانی میں اسی طرابلس کی جنگ میں شیخ سنوسی مرحوم کے اعلانِ جہاد پر سبھی نکل آئے۔ نہ گولہ بارود نہ سامانِ رسد، نہ طبی امداد، نہ زندوں کو لباس نہ مردوں کو کفن میسر تھا۔ فاطمہ بنت عبداللہ زخمیوں کو مشکیزہ اٹھائے پانی پلاتی شہید ہوگئی۔ اقبال نے عالمِ غم میں اس کی شہادت پر کہا کہ میری قوم دوبارہ سربلندی حاصل کرے گی۔ تیری خاک سے سرفروش مسلمانوں کی ایسی جماعت پیدا ہوگی جو از سرِ نو دنیا میں اسلام کا نام بلند کرے گی! یہ خاکِ فاطمہ لیبیا سے غزہ میں ہوا کے دوش یا سمندر کی لہروں پر سوار آن پہنچی اور ناقابلِ شکست، صاحب

عزیمت قدس کی محافظ قوم کے پیکر میں ڈھل گئی جو آج پوری دنیا کو اسلام اور قرآن آشنا کر رہے ہیں!

ادھر سرکردہ مسلم ممالک کا حال عیاں ہے۔ عبرانی چینل 13، بحری (اسرائیلی) جہازوں کے نشانہ بنائے جانے کے بعد اب وہی امداد سعودی، اماراتی ٹرکوں کے ذریعے اسرائیل کی کمک اور غزہ کی موت کا سامان بہم پہنچا رہی ہے۔ غزہ کے لیے آواز اٹھا رہے ہیں جنوبی افریقہ، آئرلینڈ، امریکا، یورپ، آسٹریلیا کے دانشور، علمی طبقات، اساتذہ، طلبہ۔ اب اس فہرست میں امریکا یورپ کے 800 سے زائد حاضر سروس سرکاری اہلکار شامل ہو گئے ہیں۔ ان کا ایک بیان جاری ہوا ہے۔ اپنی حکومتوں کی غزہ جنگ پالیسیوں کے خلاف یہ تنبیہی بیانیہ ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی قوانین کی سنگین خلاف ورزی ہونے کا اندیشہ ظاہر کیا ہے۔ نیز یہ کہ ان کی انتظامیہ صدی کی بدترین انسانی تباہی اور نسلی صفایا کرنے کے شراکت کار بننے کے خطرے سے دوچار ہے۔ اسرائیلی مظالم کی یکطرفہ حمایت اور فلسطینیوں کے انسان ہونے سے آنکھیں بند کر لینے کا رویہ اخلاقی ناکامی بھی ہے اور پالیسی کی ناکامی بھی۔ بحر اوقیانوس کے دونوں طرف متفقہ طور پر اس اختلاف کا اظہار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ ان حکام کا کہنا ہے کہ انہوں نے اسرائیلی فوجی کارروائیوں پر نجی طور پر تشویش کا اظہار کیا تھا اپنی اپنی حکومتوں اور اداروں کی قیادت سے، مگر اسے نظر انداز کر دیا گیا۔

اس خط کو گزشتہ 40 سالوں میں خارجہ پالیسی پر ایک منفرد عمل کہا گیا ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔ اس طرح کہ اختلاف کا اظہار کرنے والے سول سرونٹ بیک وقت کئی حکومتوں میں ہوں۔ ایک برطانوی سینئر اہلکار (جو اس خط کا مؤید ہے) نے بتایا کہ سول اہلکاروں میں بڑھتی ہوئی بے چینی پائی جاتی ہے۔ یہ بیان امریکی اور یورپی حکومتوں سے کہتا ہے کہ وہ عوام کو یہ باور کروانا بند کریں کہ اسرائیلی کارروائیوں کے لیے کوئی تزویراتی یا قابلِ دفاع دلیل موجود ہے! بیان میں شہریوں کی بے شمار ہلاکتیں (جو روکی جاسکتی تھیں۔) قصداً امداد کا روکا جانا، شہریوں کو بھوک سے سسکا کر موت کے خطرے میں جھونکنے پر شدید تحفظات کا اظہار ہے! غزہ والوں کا صبر وثبات رائیگاں نہیں۔ پوری دنیا کا ضمیر بیدار ہو گیا۔ وہاں بھی جہاں سان وگمان بھی نہ تھا...... جو غزہ پر بے حس ہے، وہ زندہ نہیں مردہ ہے۔ جیسے اللہ کہتا ہے...... رہے مردے تو وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے روزِ قیامت! پناہ بخدا! ❀❀❀

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ ملتان کے مقامی امیر سید راشد عباس کی اہلیہ بیمار ہیں اور ہسپتال میں داخل ہیں۔

برائے عیادت: 0300-6372561

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے منفرد اسرہ تونسہ شریف کے نقیب رضا محمد گجر بیمار ہیں۔

برائے عیادت: 0302-3725335

☆ حلقہ ملاکنڈ، تیمر گرہ کے امیر شاکر اللہ عارضہ قلب میں مبتلا ہیں اور مقامی تنظیم دیر کے سابقہ امیر سعید اللہ گھٹنوں کے آپریشن کی وجہ سے علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

عمارہ ہمدانیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ: ((کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَھُوَ رِبًا))۔

(المطالب العالیہ از ابن حجر: جلد ۱، ص ۴۴۱، رقم ۱۴۴۱ طبع بیروت)

اصل میں یہ حدیث حارث بن محمد بن ابی اسامہ التمیمی البغدادی (متوفی: ۲۸۲ھ) کی کتاب ''مسند حارث'' میں سند کے ساتھ نقل ہوئی ہے اور اس حدیث مبارکہ نے بھی وضاحت کر دی کہ قرض خواہ کو قرض کی اصل رقم سے زائد جو بھی فائدہ حاصل ہو وہ سود ہے۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول سود کی تعریف پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔ انہوں نے یہ تعریف یوں نقل کی ہے۔

اشتراط الزیادۃ فی السلف ربا ولو کان قبضۃ من علف او حبۃ

(التمہید لابن عبد البر: ج ۴، ص ۶۸۱، طبع لاہور ۱۹۸۳ء)

قرض کے اصل مال پر اضافہ اور زیادہ کی شرط لگانا سود ہے اگرچہ یہ اضافہ مٹھی گھاس (جانوروں کے لیے چارہ) یا ایک دانہ ہی کیوں نہ ہو۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 664 دن گزر چکے!

سالانہ تقریب تکمیل بخاری شریف

مرتضیٰ احمد اعوان

06 فروری 2024ء کو کلیۃ القرآن (قرآن کالج) لاہور میں تکمیل بخاری شریف و دستار بندی کی نویں تقریب منعقد ہوئی۔ طلبہ اور اساتذہ کرام کا جوش و ولولہ قابل دید تھا۔ تقریب میں جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولانا یوسف خان مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوئے۔ اس کے علاوہ پروگرام میں علماء کرام اور طلبہ کے والدین بھی تشریف لائے تھے۔ انتظامی کمیٹی کے ممبران نے اس تقریب کے انتظامات کو احسن انداز سے انجام دیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض کلیۃ القرآن کے استاد مولانا محمد فیاض نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔ کلیۃ القرآن کے طالب علم حافظ محمد علی شان نے تلاوت کی۔ کلیہ کے ہونہار طالب علم حافظ حذیفہ افتخار نے نعت رسول ﷺ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ناظم اعلیٰ اور ناظم کلیۃ القرآن حافظ عاطف وحید نے اپنے استقبالیہ کلمات میں تمام مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تقریب علمی، تذکیری، روحانی اور اظہار تشکر کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اہل علم کی فضیلت بہت خاص ہے۔ ہم ایک مبارک تقریب میں حاضر ہیں۔ صدر موسس ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے نصف صدی شہر لاہور میں قرآن حکیم کے علوم و معارف کو پھیلانے میں صرف کیے۔ اور یہ اسی کا تسلسل ہے کہ یہاں راسخون فی العلم کی کھیپ تیار ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ ڈاکٹر صاحبؒ کے بقول رجوع الی القرآن کورسز اہل علم حضرات کے لیے entrance ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ درس نظامی بھی entrance کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ علم دین کا میدان بہت وسیع ہے۔ اگر کوئی انسان علم کے حصول کے بعد اس سے تغافل برتے گا تو یہ اس کے لیے خدانخواستہ liability بن سکتا ہے۔ کلیۃ القرآن میں دینی و عصری دونوں علوم کی تعلیم دی جاتی ہے لیکن اہمیت کے لحاظ سے دینی علوم کا پلڑا بھاری ہے۔ میں فارغ ہونے والے طلبہ اور ان کے والدین کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ چونکہ دونوں تعلیمی سلسلوں کو چلانا آسان نہیں ہوتا اس لیے میں خاص طور پر پرنسپل صاحب اور سٹاف کو مبارک دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنی ذمہ داری خوب نبھائی۔ کلیہ کا نیا کیمپس زیر تعمیر ہے اور وہاں ایک خوبصورت مسجد تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ الحمد للہ! اب اگلا مرحلہ ہاسٹل اور اکیڈیمک بلاک کی تعمیر کا ہے۔ غالب امکان ہے کہ ہمارا اگلا پروگرام وہاں پر منعقد ہوگا۔ ان شاءاللہ!

کلیۃ القرآن کے پرنسپل ریاض اسماعیل نے ادارے کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت کل طلبہ 95 جبکہ اساتذہ 22 ہیں۔ پانچ اساتذہ اسی ادارے کے فارغ التحصیل ہیں۔ کلیۃ القرآن کا تعلیمی نظام قرآن جبکہ تربیتی نظام نمازوں کے گرد گھومتا ہے۔ طلبہ فجر کی نماز کے بعد قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ پھر ناشتے کے بعد کلاسز شروع ہوتی ہیں جو دو شفٹوں میں ہوتی ہیں۔ پہلی شفٹ درس نظامی جبکہ دوسری شفٹ عصری علوم کی ہوتی ہے۔ طلبہ تین بجے فارغ ہوتے ہیں۔ عصر سے مغرب آرام و کھیل کے لیے وقفہ ہوتا ہے۔ مغرب کے بعد سے رات دس بجے تک تکرار کی کلاس ہوتی ہے۔ سالانہ امتحانات میں درس نظامی کا رزلٹ 86 فیصد رہا۔ عصری علوم میں میٹرک کا رزلٹ 66 فیصد، ایف اے 81 فیصد اور بی اے 66 فیصد رہا۔ ایم اے میں دو طلبہ پاس ہوئے۔ ایک ہونہار طالب علم فضل حق نے ایک سال میں ایم اے انگلش اور ایم اے سیاسیات کر کے امتیازی پوزیشن حاصل کی۔ اس وقت سات طلبہ فارغ التحصیل ہو رہے ہیں۔ اب کلیۃ القرآن سے مکمل فارغ التحصیل طلبہ کی تعداد 70 ہوگئی ہے۔ اس کے علاوہ ایسے طلبہ جو کلیہ میں کچھ درجے تعلیم حاصل کرنے کے بعد دوسرے مدارس سے فارغ ہوئے۔ ان کی تعداد 30 ہے۔ یعنی ہمارے ادارے نے ایک سو عالم تیار کیے جو معاشرے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ الحمد للہ!

قرآن اکیڈمی کے استاد ڈاکٹر رشید ارشد نے اپنے خطاب میں کہا کہ موجودہ دور میں بہت تبدیلیاں آ رہی ہیں۔ جدید ٹیکنالوجی سے سہولیات میں اضافہ ہوا اور کچھ دینی اعتبار سے بھی کئی پہلو روشن ہوئے لیکن کچھ پہلو پریشان کن ہیں۔ دین کا نظام مستند ہے، یعنی سند دین کی روایت سے ہے۔ لیکن جدید سائبر ایج والے دور میں اسناد کی بجائے افراد کو زیادہ اہمیت دی جا رہی ہے۔ آج سوشل میڈیا کے ذریعے ایک فتنہ بہت پھیل گیا ہے جس میں لوگ علماء کی توہین کرنے میں پیش پیش ہیں۔ سوشل میڈیا پر علماء کی پگڑیاں اچھالی جا رہی ہیں۔ ایسے لوگ حب مال اور حب جاہ کی بیماری میں مبتلا ہیں۔ اور بدقسمتی ہے کہ کچھ علماء بھی اس فتنہ کا شکار ہو چکے ہیں۔ ہم تک دین تواتر سے پہنچا لیکن آج کچھ لوگ تاریخ، تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کا انکار کر رہے ہیں۔ اگر دنیا میں علماء نہ ہوتے تو ساری دنیا اندھیر ہوتی۔ دنیا میں لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں: عالم، متعلّم (سیکھنے والے) اور بے مایہ گھٹیا لوگ۔ ہمیں چاہیے کہ یا تو ہم عالم بنیں یا متعلّم تیسری قسم کے لوگوں میں شامل نہ ہوں۔

جامعہ اشرفیہ کے شیخ الحدیث مولانا یوسف خان نے طلبہ کو صحیح بخاری کی آخری حدیث کا مطالعہ کراتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ اس مبارک مجلس میں ہیں آپ کو جو باتیں سمجھ میں آتی ہیں ان پر عمل کریں اور جو باتیں سمجھ نہیں آتیں ان پر صبر کریں۔ دونوں صورتوں میں آپ کو اجر ملے گا۔ بخاری شریف میں امام بخاریؒ نے ہمیں سمجھایا کہ پورا دین وحی الٰہی کے تابع ہے۔ وحی کی دو اقسام ہیں: متلو اور غیر متلو۔ سارا قرآن وحی متلو جبکہ ساری احادیث وحی غیر متلو ہیں۔ آج لوگ بشمول لبرل اور سیکولر لوگ بہت پریشان ہیں کہ نئی نسل کو گمراہی سے کیسے بچائیں۔ کلیۃ القرآن مکمل طور پر لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے تیار کر رہا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ الجمعہ کی آیت ۲ کی روشنی میں چار کام ایسے ہیں جن سے نئی نسل کو گمراہی سے بچایا جا سکتا ہے: (1) قرآن حکیم کی تلاوت (2) تزکیہ نفس (3) کتاب اللہ کو سیکھنا اور سکھانا (4) حکمت یعنی دانائی کی تعلیم۔ سب سے پہلے نئی نسل کو قرآن سے جوڑنا ہے پھر ان کے نفوس کو پاکیزہ کرنا، یعنی ان کے اندر بری سوچوں، رویوں اور عادات کو نکالنا اور ان کی جگہ یہی اچھی چیزیں پیدا کرنا۔ نبی اکرم ﷺ کو لوگوں کے گمراہ ہونے کی فکر تھی اسی لیے آپ ﷺ نے اس کا حل بتایا کہ میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اگر ان کو تھامو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ یعنی قرآن اور سنت۔ جس شخص کا عمل قرآن و سنت کے مطابق ہوگا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا۔ اس کے لیے بنیادی چیز نیت کا درست ہونا ہے۔ ہمیں وحی الٰہی پوری سند کے ساتھ ملی ہے۔ اب وہی استاد حدیث کا علم پڑھا سکتا ہے جو اپنے سے لے کر رسول اللہ ﷺ تک پوری سند بیان کر سکتا ہے۔

پروگرام کے آخر میں صدر انجمن خدام القرآن ڈاکٹر عارف رشید نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ میں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ پھر اساتذہ کا اور خاص طور پر مولانا یوسف خان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیونکہ ان کا ہمارے اوپر بڑا احسان ہے کہ اپنی بے شمار مصروفیات میں سے وقت نکال کر تشریف لائے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ جو اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا وہ لوگوں کا بھی شکر ادا نہیں کرتا۔ یہاں دینی علوم کے ساتھ عصری علوم کی تعلیم بھی دی جاتی ہے جو اس ادارے کا امتیازی وصف ہے۔ آپ سب ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور علماء کرام کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

آخر میں مولانا یوسف خان نے دعا کرائی اور پروگرام کا اختتام ہوا۔

مسلمانوں کا اتحاد

عارف سیالکوٹی

علامہ اقبال نے پیغامی شاعری کے دور میں قدم رکھتے ہی اپنی خداداد قابلیت سے حالات کا جائزہ لیا۔ وقت کے تقاضوں کو جانچا، ملت کے جمود و تعطل کے اسباب پر نظر ڈالی، حیات انسانی کی زوال پذیر قدروں پر انگلیاں رکھیں اور زمانے کے بدلتے ہوئے رجحانات کا عمیق نظر سے مطالعہ کیا اس میں شک نہیں اول اول آپ نے بھی دوسرے بہی خواہان وطن کی ہم نوائی میں کئی ایسی نظمیں کہیں ہیں جن سے بے پناہ جذبہ حب الوطنی آشکار ہوتا تھا۔

لیکن برادران وطن کی تنگ نظری، خود غرضی اور شاطرنہ چالوں نے بہت جلد آپ کو اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ یورپ کی استعمار پرستانہ پالیسی ہندوؤں کی خود غرضانہ سیاست، مطلب پرستانہ ذہنیت اور منافقانہ رویہ کے پیش نظر آپ نے اسلامیان ہند کو حجازی نغمات کی لے سے آشنا کرنے اور ان کے مسائل کو اسلامی آداب سیاست کی روشنی میں حل کرنے کا عزم بالجزم کر لیا۔ جو آپ کی دانست میں مسلمانوں کی دنیوی اور اخروی نجات کا ضامن تھا۔ اس اہم نتیجہ پر پہنچنے کے بعد آپ ایک مومنانہ شان سے یوں نطق سرا ہوئے۔

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
چین و عرب ہمارا، ہندوستان ہمارا

اپنے اس مقصد کو تقویت دینے اور اسے حل کرنے کے لیے آپ نے مغربی ممالک کی بالعموم اور اسلامی ممالک کی بالخصوص سیاحت بھی فرمائی۔ مغربی ممالک کی سیاحت نے آپ پر ان ملکوں کی مادہ پرستی اور لادینیت کو ظاہر کیا۔ آپ کو یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوا کہ یہ لوگ دنیوی علوم کے لیے تو بری طرح کوشاں ہیں لیکن خدا پرستی اور روحانیت سے مطلقاً بے بہرہ ہیں۔ ان کی بے راہ روی حد سے بڑھی ہوئی دنیا پرستی، عشرت طلبی اور مادی ترقی انہیں ہلاکت اور تباہی کے گڑھے کی طرف لے جا رہی ہے۔

سائنس جیسی خداداد قوت کا غلط استعمال، مہلک آلات حرب وضرب کی ایجادات اور خفیہ جنگی تیاریاں نہ صرف ان کے اپنے لیے بلکہ امن عالم کے لیے بھی خطرے کا پیش خیمہ ہیں اور اسلامی ممالک کی سیاحت نے تو جلتی پر تیل کا کام کیا۔ آپ نے ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں اور دھڑکتے ہوئے دل سے محسوس کیا کہ صداقت کا پرستار صراط مستقیم کا داعی، امن عالم کا علم بردار، اخوت و مساوات کا مبلغ اور فخر موجودات کو کائنات کی ہر شے سے عزیز تر رکھنے والا مسلمان بھی دنیا کی محبت میں بری طرح اسیر ہے۔ اس کی خدا پرستی، خود پرستی میں تبدیل ہو رہی ہے اور وہ مغرب کی بظاہر چمکتی ہوئی تہذیب کا دلدادہ ہے اور تہذیب اقبال کی نظر میں۔

نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلگونہ خروش

لہٰذا آپ نے مسلمانوں کو ان الفاظ میں تہذیب افرنگ سے بچنے کی تلقین کی۔

گرچہ ہے دل کشا بہت حسن فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال، دانہ و دام سے گزر

وطن پرستی کے نظریے نے ہی ممالک اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اور ان کی عظیم قوت کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا۔ اس نظریے نے مسلمانوں کو اخوت سے بھی یکسر بیگانہ کر دیا اور مسلمان وطنی اور نسلی رشتے کو اسلامی رشتے پر ترجیح دینے لگے۔ علامہ کی دور بین اور حقیقت شناس نظروں نے ان پر یہ تلخ حقیقت بھی واضح کر دی تھی کہ ہندی مسلمان تو جذبہ اخوت کے تحت فی الواقعہ اسلامی ممالک کے غم میں گھلا جا رہا ہے۔ ہندوستان سے افغانستان ہجرت کرنے والے مسلمانوں کا حشر بھی آپ کے سامنے تھا۔

مسلمانوں کا اتحاد، علامہ اقبالؒ کی شاعری کا مرکز محور تھا ان ناقابل تردید حقائق نے علامہ کو ان ملکوں کی طرف سے بڑی حد تک مایوس کر دیا۔ حکیم الامت نہیں چاہتے تھے کہ مسلمان غیر اقوام پر تکیہ کریں۔ لہٰذا علامہ نے ان حالات میں یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ بھی کرنا ہے خدا کے بھروسے پر ہمیں خود کرنا ہے۔ ان عوامل کے علاوہ مقامی سیاست آئے دن کے فرقہ وارانہ فسادات مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصانات، ہر شعبہ زندگی میں متحدہ قومیت کے علم برداروں کا بے جا تسلط اور مسلمانوں کی محرومی نے بھی علامہ کو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ احیائے ملت اور بقائے اسلام کے لیے ہندوستان کے اندر ایک ایسے گوشہ عافیت کا وجود از بس ضروری ہے جہاں افراد ملت پوری آزادی مکمل اطمینان اور دل جمعی سے اسلامی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر سکیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں اس ملک کا دستور مرتب کر سکیں اور اپنی عملی زندگی میں اسلام کو پوری طرح نافذ کر سکیں آپ نے اپنے اس مقدس خیال کو آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد منعقدہ 1930ء کے خطبہ صدارت میں ان الفاظ میں واضح فرمایا۔

''اسلام ہی وہ سب سے بڑا جو ترکیبی تھا جس سے مسلمانان ہند کی تاریخ حیات متاثر ہوئی۔ اسلام ہی کی بدولت مسلمانوں کے سینے ان جذبات وعواطف سے معمور ہوئے جن پر جماعتوں کی زندگی کا دارومدار ہوتا ہے اور جن سے متفق اور منتشر افراد بتدریج متحد ہو کر ایک متمیز و متعین قوم کی صورت اختیار کر لیتے ہیں حقیقت میں یہ کہنا مبالغہ نہیں کہ دنیا بھر میں شائد ہندوستان ہی ایک ایسا ملک ہے جس میں اسلام کی وحدت خیز قوت کا بہترین اظہار ہوا۔ علامہ برادران ملت کو تمام سیاسی، نسلی، لسانی، وطنی اور جغرافیائی تعلقات کو ختم کرنے اور ایک مرکز پر جمع ہونے کی دعوت ان الفاظ میں دیتے ہیں:۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار
قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تیری

فی الحقیقت ملت اسلامیہ کا اتحاد ہی علامہ اقبال کی شاعری کا محور و مرکز تھا وہ ہمیشہ مسلمانوں کی شان وشوکت کے لیے دعا گو رہتے۔

بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام تیرا دیس ہے تو مصطفویؐ ہے
نظارہ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفویؐ خاک میں ہر بت کو ملا دے

آپ کی مردم شناس نظروں نے بھانپ لیا کہ ہندی مسلمانوں میں ایک ایسی ہستی ہے جو اس عظیم الشان کاروں کی قیادت کر سکتی ہے اور اگر فضل خدا شامل حال رہا

تو اس کارواں کو بخیر و عافیت منزل مقصود تک بھی لے جا سکتی ہے۔ یہ علامہ کی بلند پایہ شخصیت تھی جس نے مسٹر محمد علی جناح جیسی عدیم المثال ہستی کو انگلستان سے واپسی پر رضا مند کر لیا۔ جناح صاحب ہندوستان آئے اور مسلمانوں کی قیادت قبول کر لی۔ آپ کی بے لوث خدمت اور بہترین قیادت کے پیش نظر عوام نے آپ کو قائداعظم کے لقب سے سرفراز کیا۔ قائداعظم اور آپ کی جماعت (مسلم لیگ) نے علامہ کے فیصلے، نظریے اور نعرے کو حرف بہ حرف اپنایا۔

تحریک پاکستان میں جو نعرہ سب سے زیادہ مقبول اور موثر ہوا وہ ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ اور مطمح نظر یہ تھا کہ قرآن و سنت کو پاکستان کے آئین کی اساس بتایا گیا۔ حصول آزادی اور پاکستان میں اسلامی نظام حیات کے نفاذ کے اعلانات نے مسلمانان ہند کو بڑی سے بڑی قربانی دینے پر تیار کر دیا اور قائداعظمؒ کے ہاتھوں مفکر اعظم کا تخیل بہت جلد حقیقت میں بدل گیا۔ پاکستان کے تصور کو مجذوب کی بڑ کہنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے 14 اگست 1947ء کو پاکستان عالم وجود میں آ گیا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اناللہ وانا الیہ راجعون — دعائے مغفرت

☆ حلقہ کراچی وسطی، شاہ فیصل کے رفیق سید فضل الرحمٰن وفات پا گئے۔

☆ حلقہ فیصل آباد کے منفرد رفیق سیف اللہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئے۔

☆ مدیر شعبہ مطبوعات حافظ خالد محمود خضر کے سسر قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔

☆ حلقہ کراچی کورنگی غربی کے دو رفقاء مظہر الدین اور الطاف حسین کے والد وفات پا گئے۔ برائے تعزیت: 0313-2293041

☆ حلقہ بہاول نگر، چشتیاں کے مقامی امیر محمد امین نوشاہی کی ممانی ساس وفات پا گئیں۔

☆ حلقہ ملاکنڈ، دیر کے ملتزم رفیق سید خالد شاہ کی بیٹی وفات پا گئیں۔
برائے تعزیت: 0313-9769197

☆ حلقہ سرگودھا شرقی کے ملتزم رفیق مولانا عامر کے نانا وفات پا گئے۔
برائے تعزیت: 0301-6701622

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

امیر محترم کا دورہ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام ”حرمتِ مسجدِ اقصیٰ اور ہماری ذمہ داری“ مہم کے دوران امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ پشاور میں سیمینار کے انعقاد کے سلسلے میں 22 دسمبر 2023ء کو پشاور تشریف لائے۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر محترم 23 دسمبر 2023ء، بروز ہفتہ دن 11 بجے مرکز حلقہ تشریف لائے۔ مرکز حلقہ میں محمد بخش (کوارڈینیٹر رورل اکیڈمی پشاور) نے امیر محترم کی رورل ڈویلپمنٹ اکیڈمی کے اعلیٰ عہدیداران کے ساتھ ایک نشست رکھی۔ اس نشست میں مہمان شرکاء کی تعداد 6 تھی۔ امیر محترم نے شام 03:45 بجے مرکز حلقہ کے متصل مسجد ابوبکر صدیقؓ میں نماز عصر ادا کی۔ وہاں سے امیر محترم رنگ روڈ (پتنگ چوک) پشاور اباسین یونیورسٹی ہال میں سیمینار کے لیے روانہ ہوئے۔ سیمینار میں پشاور، مردان، نوشہرہ، صوابی، چارسدہ، کرک اور بونیر کے رفقاء اور احباب تشریف لائے تھے۔ مقررین میں امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ، ڈاکٹر صادق الرحمٰن، ڈاکٹر حافظ محمد مقصود اور محمد شمیم خٹک شامل تھے۔ سیمینار کے آغاز میں قاری عبدالکریم نقیب منفرد اسرہ کلپانی بونیر نے تلاوتِ قرآن کریم کی سعادت حاصل کی۔

سیمینار کے پہلے مقرر ڈاکٹر صادق الرحمٰن نے فلسطین میں ظلم اور درندگی کی کھلے الفاظ میں مذمت کی۔ انہوں نے مسجد اقصیٰ کی حرمت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ارضِ فلسطین انبیاء علیہ السلام کا شہر ہے۔ یہودی گریٹر اسرائیل کا قیام اور ہیکل سلیمانی کی تعمیر چاہتے ہیں۔ تمام مسلمانوں کو اکٹھے ہو کر اسرائیل کا ہاتھ روکنا ہوگا۔

اس کے بعد امیر مقامی تنظیم مردان ڈاکٹر حافظ محمد مقصود صاحب نے بھی فلسطین میں اسرائیلی جارحیت کی بھرپور انداز میں مذمت کی۔ انہوں نے علامہ اقبالؒ کے اشعار سنا کر شرکاء کے دلوں کو گرمایا۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کی وجہ قرآن سے دوری ہے۔

بعد نماز مغرب کے بعد صدر مجلس امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے اپنے خطاب میں کہا کہ تنظیم اسلامی کی مہم تو 25 دسمبر 2023ء کو اختتام پذیر ہو رہی ہے۔ لیکن یہ کام ہم نے مستقل طور پر جاری رکھنا ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر 75 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”تمہیں کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں قتال نہیں کرتے“۔ آج مظلوم فلسطینی بچے، مرد اور عورتیں ہمیں مدد کے لیے پکار رہے ہیں لیکن مسلمان ممالک کے حکمران اور مقتدر طبقات ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ امیر تنظیم نے اس تناظر میں دنیا بھر کے کے علماء بشمول مفتی تقی عثمانی صاحب کے فرضیت قتال کے اعتبار سے فتویٰ کا حوالہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی جرأت مندی سے اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کرنا ہے اور اسرائیل کے ساتھ تجارت منقطع کرنی ہے۔ سیمینار کا اختتام شام 7 بجے اجتماعی دعاء پر کیا گیا۔ سیمینار میں تقریباً 380 تا 400 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔

اللہ تمام رفقاء و احباب کی محنتوں اور کاوشوں کو قبول و منظور فرمائے۔ آمین!

مرتب: جنید کامران (ناظم نشر و اشاعت حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی)

''اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور ہماری ذمہ داریاں''

حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام واپڈا ٹاؤن میں امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی خطاب

02 فروری 2024ء کو حلقہ لاہور غربی کے زیر اہتمام واپڈا ٹاؤن کے علاقے میں موجود جامع مسجد ایف-2 بلاک میں عوامی دعوتی اجتماع منعقد ہوا۔ مقامی تنظیم واپڈا ٹاؤن لاہور کے نائب ناظم تربیت اسد خورشید نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیے۔ پروگرام رات 8 بجے شروع ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کی سعادت قاری مزمل نے حاصل کی۔ حافظ محمد جنید نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے قرآنی آیات کی روشنی میں ''اُمتِ مسلمہ کی زبوں حالی اور ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر نہایت جامع خطاب کیا۔ امیر تنظیم نے اپنے خطاب کو 7 نکات کی شکل میں بیان کیا۔

(1) اُمت کی تعریف

امت کا لفظ اُم (ماں) سے بنا ہے جس کا لغوی معنی جڑ اور بنیاد کا ہے۔ جبکہ اس کا اصطلاحی مفہوم ہوگا: افراد کا ایسا گروہ جن میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ہو، یعنی ہم مقصد افراد کا گروہ۔

(2) اُمتِ مسلمہ

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام ہے اور تمام انبیا ورسلؑ اسی کی دعوت دینے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے۔ اس مشن کی بدرجہ اتم تکمیل کے لیے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کیا گیا۔ آپ ﷺ پر ایمان لانے والا گروہ امت مسلمہ کہلایا۔ جو آخری امت ہے۔ جس کی ذمہ داری رسول اللہ ﷺ کے مشن کی دعوت دینا ہے۔

(3) اُمتِ مسلمہ کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ سے پہلے انبیا ورسل اپنی اپنی قوموں کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے۔ یعنی آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ یہ شرف اس سے پہلے کسی رسول کو نہیں ملا۔ آپ ﷺ پر نازل ہونے والا کلام قرآن مجید بھی آخری الہامی کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔ دین اسلام پہلے سے چلا آرہا ہے لیکن اس کی تکمیل آپ ﷺ پر ہوئی۔ اسی طرح پچھلی امتوں کی عمریں زیادہ ہوتی تھیں لیکن اجر کم تھا لیکن امت مسلمہ کے لوگوں کی عمریں کم ہیں لیکن اجر زیادہ ہے۔ اسی طرح پہلے لوگ مخصوص عبادت گاہ میں عبادت کرتے تھے لیکن موجودہ امت کے لیے تمام زمین مسجد بنادی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت والوں کی 120 صفیں ہوں گی جن میں سے 80 امت محمدی ﷺ کی ہوں گی۔ اس امت میں سب سے زیادہ صاحب فضل لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ نے بعد والوں کی فضیلت بھی بیان کی ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ خوبصورت ایمان والے وہ لوگ ہوں گے جن کو دو گتوں کے بیچ میں قرآن مجید ملے گا اور وہ اس پر ایمان لائیں گے۔ یہ سارے فضائل امت مسلمہ کے ہیں۔

(4) اُمتِ مسلمہ کی ذمہ داری

اگر اللہ نے امت کو اتنی فضیلت دی ہے تو اس کی ذمہ داری بھی بڑی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے امت کی ذمہ داری بتائی ہے: ''(اے مسلمانو!) تم بہترین امت ہو جو لوگوں (کی ہدایت) کے لئے ظاہر کی گئی، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' یعنی اللہ پر ایمان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنا ہے۔ دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنی ہے۔ تمام انبیا ورسلؑ نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قول، کردار اور اجتماعی جدوجہد کے ذریعے دین قائم کرکے اس کی شہادت دی۔ ختم نبوت کے بعد یہ ذمہ داری اب امت مسلمہ کی ہے۔ امت کا کام کرے گی تب امت خیر امت کہلائے گی۔

(5) پچھلی امت: بنی اسرائیل

ہم سے پہلے بنی اسرائیل امت مسلمہ کے عہدے پر فائز تھے۔ ان کو بھی اللہ نے بڑے فضائل عطا کیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے یعقوب کی اولاد! یاد کرو میرے اُس انعام کو جو میں نے تم پر کیا اور یہ کہ میں نے تمہیں فضیلت عطا کی تمام جہانوں پر۔'' (البقرۃ:47) لیکن اللہ نے ان کو معزول کیا۔ کیونکہ انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی، اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈالا، دنیا کی محبت میں ڈوبے، قتال کا مرحلہ آیا تو وقت کے رسول (حضرت موسیٰؑ) کو کورا جواب دے دیا۔ اور اس طرح کے دیگر کرتوتوں کی وجہ سے وہ معزول کیے گئے۔

(6) امت مسلمہ کی زبوں حالی

آج 57 مسلمان ممالک، دوارب کے قریب آبادی، عربوں کے پاس دولت، پاکستان کے پاس ایٹمی اور میزائیل ٹیکنالوجی ہے ان تمام وسائل کے باوجود ہمارا حال یہ ہے کہ فلسطینی مسلمانوں کو ایک پانی کی بوتل تک نہیں پہنچا سکتے۔ ہم بھی قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے مشن کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ حالانکہ قرآن محض قصوں کی کتاب نہیں بلکہ ہدایت کی کتاب ہے۔ لیکن ہماری عظیم اکثریت قرآن ختم شریف یا پھر رمضان میں پڑھتی ہے۔ اس کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا تو بہت دور کی بات ہے۔ پانچ وقت نماز میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے لیکن اس سے ہمارے دل پر کیا اثر ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کتاب کو فراموش کرنے کی پاداش میں بنی اسرائیل کے لیے گدھے کی مثال دیتا ہے۔ (سورۃ الجمعہ) یعنی ہمارا عمل بھی بنی اسرائیل کی طرز پر ہو چکا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: ''میری امت پر بھی وہ سب حالات وارد ہوکر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے، بالکل ایسے جیسے ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہ ہوتی ہے۔'' میں خاص طور پر پاکستان کا ذکر کروں گا۔ باقی اسلامی ممالک سے ہم کیا شکوہ کریں۔ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جو کلمہ پر قائم ہوا اور جس کا نام بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ اس کے قائم کرنے میں ہزاروں مسلمانوں نے جانیں دیں۔ اللہ نے اسے زرخیز زمین، معدنیات، چار موسم اور بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں لیکن ہم نے اللہ کی ناشکری کی۔ آج اسرائیل پاکستان سے خوفزدہ ہے۔ فلسطینی مسلمان پاکستان سے امیدیں لگائے ہوئے ہیں لیکن ہم عملی طور پر کچھ نہیں کر پا رہے۔

(7) کرنے کا کام

ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور علماء کرام نے جو کام امت کے کرنے کے بتائے ہیں میں انہی کا اعادہ کروں گا۔ سب سے پہلے ہمیں نام کا نہیں بلکہ عملی مسلمان بننا ہے۔ یعنی حقیقی

ایمان کے حصول کے لیے مسلسل کوشش کریں تاکہ اللہ کی رحمت ہمارے شامل حال ہو۔ قرآن بھی کہتا ہے کہ تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان والے ہو۔ حقیقی ایمان کے لیے نماز کی پابندی، قرآن کو سمجھ کر تلاوت کرنا اور اپنے اندر ہدایت کی طلب اور تڑپ پیدا کرنا جیسے تقاضوں پر عمل کرنا ہے۔ پھر قرآن سے مضبوط تعلق پیدا کریں۔ یعنی قرآن کا علم سیکھنا، قرآنی محافل میں شرکت کرنا، تلاوت کرنا اپنے معمولات کا حصہ بنائیں۔ پھر سچی توبہ کریں۔ یعنی گناہوں کو چھوڑنے کا پکا ارادہ کریں۔ انفرادی توبہ کے ساتھ اجتماعی توبہ بھی کریں کیونکہ ہمارے جرائم انفرادی اور اجتماعی دونوں قسم کے ہیں۔ پھر دین کو قائم کرنے کی جدوجہد کریں، تب اللہ کی مدد آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تقاضوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

پروگرام کے آخر میں مسجد کے امام مولانا محمد یاسین نے مختصر خطاب کیا۔ انہوں نے امیر تنظیم اسلامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ میری خواہش ہے کہ ہم سال میں ایک مرتبہ ضرور امیر تنظیم کا پروگرام منعقد کیا کریں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں دو چیزوں پر عمل کرنا چاہیے۔ ایک قرآن مجید سے جڑنا اور دوسرا سیرت النبی ﷺ کو اپنانا۔ قرآن سے دوری کی وجہ سے ہی ہم ذلیل و خوار ہیں۔ ہمیں زبانی دعوؤں کی بجائے عملی کردار ادا کرنا چاہیے۔ اور یہی تنظیم اسلامی کا پیغام ہے۔ اس اجتماع میں تقریباً 800 سے زائد رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ آخر میں امیر محترم نے دعا کروائی اور یوں یہ دعوتی اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ: مرتضیٰ احمد اعوان)

حلقہ اسلام آباد کے زیر اہتمام امیر محترم کا خطاب عام

اتوار 11 فروری 2024ء کو اسلام آباد میں "اسلام، پاکستان اور عالمی حالات" کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ نے ایک اجتماع عام سے خطاب کیا۔ انہوں نے کہا کہ نظام مصطفیٰ ؐ کا قیام ہی مملکت خداداد کی سالمیت اور بقا کا ضامن ہے۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک کی خاطر لاکھوں شہداء نے اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا لیکن آج ہم مغربی تہذیب کی اندھی تقلید میں نام نہاد جمہوریت کے نام پر ان لاکھوں لوگوں کے خون سے غداری کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ملک میں حالیہ انتخابات کی شفافیت پر سوال اٹھاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اس قسم کے فرسودہ انتخابی عمل سے نظام چل تو سکتا ہے لیکن بدل نہیں سکتا۔ اصلی تبدیلی انقلابی تحریک کے ذریعے ہی آئے گی۔ اُنہوں نے کہا کہ ملک کو متحد رکھنے والی واحد قوت ''لا الٰہ الا اللہ'' کا نظریہ ہے۔ اگر ہم اس ملک میں اللہ کی رحمت کے طلب گار ہیں تو ہمیں اللہ کے سامنے گڑگڑا کر معافی مانگنی ہوگی اور ملک میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نظام کے غلبہ کے لیے جہدوجہد کرنا ہوگی۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ ملک کی معاشی بدحالی، سیاسی بے یقینی اور امن و امان کی بدترین صورتحال کے پیش نظر ذہانت کا بڑی تیزی سے اخراج ہو رہا ہے۔ انہوں نے سوال اُٹھایا کہ پاکستان کے باصلاحیت عوام اگر دنیا بھر کے بڑے بڑے اداروں، کمپنیوں اور تعلیمی درس گاہوں میں اپنی قابلیت کے جوہر دکھا سکتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ پاکستان کی ترقی میں اپنا کردار ادا نہیں کر سکتے؟ اُنہوں کہا کہ اس کے لیے ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اپنے تعلق کو جوڑنا ہوگا کیونکہ اسی کتاب (قران) کے ذریعے اللہ تعالیٰ قوموں کو اٹھاتا بھی ہے اور ذلیل و خوار بھی کرتا ہے۔
امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ آج فلسطین میں نہتے مسلمانوں پر غاصب اسرائیلی فورسز کی جانب سے جارحیت اور درندگی پر امریکہ، برطانیہ سمیت یورپی ممالک کی خاموشی ان کی اسلام دشمنی کا کھلا ثبوت ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی عدالت انصاف اور اقوام متحدہ کی کارکردگی پر سوال اٹھاتے ہوئے کہا کہ مغربی دنیا کبھی بھی اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔ امریکہ اور اس کے حواری عراق اور افغانستان کے بعد اب فلسطین میں ظلم و درندگی کی نئی داستانیں رقم کر رہے ہیں لیکن فلسطینی عوام اپنے جذبہ ایمانی سے بیت المقدس کے دفاع میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے ہیں۔ آخر میں رفقائے تنظیم کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلاتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ مقدور بھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے شہادت علی الناس کے لیے تن من دھن لگاتے رہیں۔ (مرتب: ڈاکٹر اشرف علی، ناظم نشر و اشاعت حلقہ اسلام آباد)

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ کا دورہ حلقہ لاہور غربی

امیر تنظیم اسلامی کے ملک گیر حلقہ جات کے سالانہ دوروں کے سلسلے میں 2 فروری بروز جمعۃ المبارک حلقہ لاہور غربی کا نصف روزہ دورہ منعقد ہوا۔ قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ اور ظہرانہ سے فارغ ہو کر امیر تنظیم اسلامی ملتزم رفیق مقامی تنظیم جوہر ٹاؤن شیخ محمد نعیم کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے جہاں نماز عصر کے بعد علمائے کرام کے ایک وفد سے ملاقات طے تھی۔ حلقہ میں شامل مقامی تناظیم کی دعوت پر مختلف مکاتب فکر کے 10 علمائے کرام نے اس ملاقات میں شرکت کی۔ ملاقات میں امیر تنظیم نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف پیش کیا اور علمائے کرام سے ملاقاتوں کے اغراض و مقاصد بیان کئے۔ اسی طرح شریکِ محفل علمائے کرام نے بھی اپنا اور اپنے اداروں و مساجد کا مختصر تعارف پیش کیا۔ امیر تنظیم اسلامی نے امت مسلمہ کو درپیش سنگین حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے دینی قوتوں کو فقہی مسالک سے بالاتر ہو کر اتحاد و اتفاق اور قریبی تعلقات کو پروان چڑھانے کی ضرورت پر زور دیا۔ مجلس میں شریک علمائے کرام نے تنظیم اسلامی اور بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی قرآن مجید کی دعوت کو عام کرنے اور اقامت دین کے لیے کی جانے والی کوششوں کو سراہا اور مستقبل میں معروفات کی تشہیر اور منکرات کی روک تھام کے لیے کسی مشترکہ پلیٹ فارم سے مل کر کام کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔

اس موقع پر نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ لاہور غربی پرویز اقبال نے تنظیم اسلامی کی طرف سے گاہے بگاہے منعقد کی جانے والی آگاہی منکرات مہمات کا تعارف بھی پیش کیا اور علمائے کرام سے گزارش کی کہ وہ آئندہ مہمات کے دوران ہمارے ساتھ مل کر منبر و محراب سے بھی ان منکرات کی روک تھام کے لیے اپنی آواز بلند کریں۔ امیر تنظیم نے علماء کرام سے فرقہ واریت کے خاتمے اور علمی و تحریکی کاموں کو مل کر آگے بڑھانے سے متعلق بھی گفتگو کی۔ اس ملاقات میں مقامی امیر جوہر ٹاؤن، مقامی امیر چوہنگ اور جوہر ٹاؤن تنظیم کے ذمہ داران نے شرکت کی۔ اس نشست سے فارغ ہو کر امیر تنظیم، نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ لاہور غربی کے ہمراہ مقامی تنظیم واپڈا ٹاؤن لاہور کے علاقے میں موجود جامع مسجد ایف۔ 2 بلاک میں عوامی دعوتی اجتماع میں خطاب کے لیے تشریف لے گئے۔ نوٹ: (خطاب کی تفصیلی رپورٹ اسی شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

(مرتب: کاشف عباسی، معاون حلقہ لاہور غربی)

West Bank. "There is a horrific irony in Israel, of all countries being accused of genocide," Sunak said, labelling South Africa's case against Israel "completely unjustified".

The "horrific irony" is that Israel, as a Western ally, cannot be accused of genocide because it is one of "the good guys". The "bad guys" can only be non-Western (really, non-white) nations, such as South Africa. Biden, Sunak et al still believe that as the leaders of the developed world, they are making understandable rational choices when they are fighting wars and killing people in the name of self-defense or under the guise of fighting "terrorism". Despite the protest of tens of millions people around the world and the deaths of tens of thousands of Palestinians, the razing of Gaza and other crimes against humanity, the disregard for the ongoing war in Sudan and the conflict in the Democratic Republic of the Congo, Western leaders still believe Western capitalism and democratic institutions will save the world.

In his book The Clash of Civilizations (1996), the late political scientist Samuel Huntington warned about the dangers of the Western delusion that the rest of the world should embrace its purported values. "The survival of the West depends on Americans reaffirming their Western identity and Westerners accepting their civilization as unique not universal," he wrote. But what Huntington didn't understand about the West's quest for a one-world civilization is that today's resentments toward it didn't start in the post-Cold War era of the 1990s. They are a response to the trail of death, destruction, and devouring of resources that Westerners have left behind ever since Christopher Columbus made his way to the Western Hemisphere and Vasco da Gama found a route around Africa to South Asia, both in the 1490s. The rest of the world has been the West's source of plunder, first through the pillage of gold, silver, and gems from newly invaded lands, then through the enslavement of millions of Indigenous, African, and Asian peoples, and finally through the conquest of the old empires of the East. This belief in Western civilization as superior and righteous because of its whiteness is so ingrained in its culture that young people in the West grow up without anyone in their lives ever questioning it.

Western narcissism is exactly why people in the West have difficulty accepting that Western civilization contradicts itself at every turn. As the late post-colonial scholar Edward Said wrote in Orientalism (1978), "It can be argued that the major component in European culture is precisely what made [Western civilization] hegemonic both in and outside Europe: the idea of European identity as a superior one in comparison with all the non-European peoples and cultures." This belief in Western superiority means always being on the right side of history, even though there are plenty of examples of Western irrationality and brutality in its wars in the Middle East and the rest of the world.

<u>Courtesy</u>: https://www.aljazeera.com/

Western narcissism and support for genocidal Israel go hand in hand

Delusional beliefs of civilizational superiority help the West claim it is on the right side of history while supporting genocide in Gaza

Donald Earl Collins

For more than four months now, the United States, the United Kingdom, and other Western countries have been staunchly supporting Israel's war on Gaza. As of now, the Israeli army has killed more than 28,000 Palestinians, including more than 12,000 children. On January 26, the International Court of Justice ruled that "at least some of the acts and omissions alleged by South Africa to have been committed by Israel in Gaza appear to be capable of falling within the provisions of the [Genocide] Convention," and that South Africa's claim that Israel is committing genocidal acts is "plausible". Nevertheless, the West continued to stand by Israel.

Then when Israel alleged that employees of the United Nations Relief and Works Agency for Palestine Refugees in the Near East (UNRWA) were linked to Hamas, the US, the UK, Germany, and more than a dozen other countries suspended their funding, as Palestinians in Gaza faced starvation. Despite Western complicity in actions the world's top court is recognizing as genocidal, the West still assigns itself all manner of superiority in civilized societal behavior. Western countries still honor themselves as "the good guys". "I got in trouble many times for saying you don't have to be a Jew to be a Zionist, and I am a Zionist. I make no apologies for that. That's a reality," President Joe Biden said in a speech at a private campaign reception in Massachusetts in early December, when the death toll in Gaza already stood at 16,200. "We've [Americans] never thought anything is beyond our capacity, from curing cancer this time around to everything we've ever done. I really mean it," he added.

It takes a special kind of narcissism for a world leader to declare himself a 50-year-long adherent to a white supremacist ideology that excuses apartheid, settler-colonialism, and genocide and then to turn to the greatness of the US and all its "possibilities", as if the US has only been sprinkling pixie dust around the world and not intervening with brutal military and economic power over the past 130 years. But the US president is not alone in his self-delusion. At the Conservative Friends of Israel gathering in London last month, UK Prime Minister Rishi Sunak showed unwavering support for Israeli attacks on Gaza and the

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.08
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore